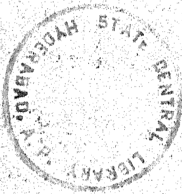
ماشاءاللہ لاقوۃ الا باللہ

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ



غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح

حسب الحکم مولینا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی

باہتمام منشی سراج الدین احمد رحمانی پرنٹر پبلشر

مطبع رحمانیہ مونگیر میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الراشدین المہدیین وعلی تابعیہم وتبعہم المجتہدین الی یوم الدین اما بعد خاکسار خیر خواہ انام **محمد علی** بن عبد العلی غفر اللہ لہ ولوالدیہ بھائی مسلمانون کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ اس زمانہ مین بسبب قرب قیامت کے احیاء سنتِ نبوی کا نام و نشان اٹھگیا۔ اور اتباع سیرتِ صحابہ کا اثر تک باقی نرہا۔ علما کا یہ حال ہے کہ ضروریات دینی کو ترک کرتے ہین رات دن بحث لایعنی پر مرتے ہین اور پھر اس پر بھی اکتفا نہین کرتے بلکہ سنت مؤکدہ کا نیست و نابود ہوجانا چاہتے ہین۔ جب خواص کی یہ حالت ہے تو عوام کی کیا شکایت افسوس صد افسوس۔ ایک وہ لوگ تھے جنھون نے اشاعت سنت مین کس قدر عرق ریزی کی اور جانفشانی اٹھائی اور ایک یہ ہین کہ اُسکے مٹانے پر مستعد ہین چنانچہ آجکل یہ امر ظہور مین آیا کہ نماز تراویح جسے بارہ سو برس سے تمام اہل سنت و جماعت پڑھتے آتے ہین اور شہر قصبہ اور دیہات مین اس سنت کا رواج رہا اس زمانہ کے بعض علما نے یہ کہا کہ اس کو ترک کرنا چاہیے اگرچہ اُنھون نے اسکے ترک پر فتوی نہین دیا مگر اس

قدر کیا کہ اُس کی عظمت اور تاکد کو عوام کی نگاہون سے گرا دیا فقط اتنی بات کہکر کہ
تراویح ایک امر مستحب ہے کچھ سنت نہین اور اُس پر ثمرہ اسقدر تو ہوا کہ بعض جاہلون نے
بیس رکعت چھوڑ کر آٹھ پڑہنا شروع کین اور وہ آٹھ پڑھنے کا بھی سبب یہ ہے کہ اونکے
ذہن مین وہ آٹھ رکعت سنت موکدہ ہین یہ انھین معلوم نہین کہ بعض علما نے ہمپر
بڑا احسان کیا کہ بالکل بوجھ ہمارے سر سے اوٹھا دیا یعنی فرما دیا کہ جیسے بیس رکعت سنت
نہین ویسا ہی آٹھ بھی سنت نہین اور کیونکر نہوتا اس زمانہ مین طبعیتین امور شرعیہ کے
چھوڑنے کے لئے نہایت حیلہ جو ہین اُن کے ترک کے لئے استحباب بھی حیلہ ہے جب
کسی امر مستحب کے کرنے کو کہو تو جواب دیتے ہین کہ مستحب تو بہت سے امور ہین ہم کب
ہو سکتے ہین فرض و سنت ادا ہو جائے تو بھی غنیمت ہے جب یہ حال مین نے دیکھا تو عزم
بالجزم ہوا کہ اس سنت سنیہ کے اثبات مین کوئی رسالہ تحریر کرون مگر عدم تیسر اسباب
اور خوف مجادلین مانع ہوتا تھا اور محض سکوت بھی مناسب نہ جانا جس قدر اسباب بہم
پہنچا اُسی پر اکتفا کی طالب حق کے لئے اسی قدر کافی ہے اور ناحق کوش کے لئے کسیقدر
بھی وافی نہین لہذا یہ رسالہ تحریر کیا اور **غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح** اسکا نام
رکھا اور تین فصلون پر منقسم کیا **فصل اول در بیان معنی سنت** لغت مین
سنت کے معنی مطلق طریقہ اور عادت کے ہین خواہ نیک ہو یا بد ہو اور مستحب کے معنی
محبوب اور مرغوب کے ہین اور شرع مین طریقہ حسنہ مسلوکہ فی الدین کو کہتے ہین مگر وہ
طریقہ فرض و واجب نہو اور اوس کی دو قسمین ہین ایک سنت موکدہ کہ اُسے سنت ہدی
بھی کہتے ہین دوسری مستحب کہ اُسے سنت زائدہ اور مندوب بھی کہتے ہین حنفیہ کے
نزدیک یہ تعریف عام ہے فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہ دونون کو
شامل ہے اور طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دونون منقسم ہین طرف سنت
موکدہ اور سنت زائدہ کے اب کتب اصول اور فقہ سے اسکے شواہد نقل کئے جاتے ہین

تبیین شرح حسامی مین ہو قولہ السنۃ الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین اعلم
ان السنۃ فی اللغۃ ہی الطریقۃ المطلقۃ حسنۃ کانت او سیئۃ (الی ان
قال) وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول علیہ السلام او
للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول صلعم او سنۃ الخلفاء الراشدین ولا
یختص مطلق السنۃ بسنۃ الرسول صلعم خلافا للشافعیؒ قال القاضی ابو زیدؒ
ویحتمل انہ لم یبلغہ استعمال السلف اطلاق السنۃ علی طریقۃ
العمرین والصحابۃ لانہ کان بعد ابی حنیفۃ بقرنین او بقرن قولہ وحکمہ
ان یطالب المرء باقامتہا ویعاقب علی ترکہا لانہ لا یخلو اما ان یکون
طریقۃ الرسول علیہ السلام او الصحابۃ وکل واحدۃ من الطریقین
امرنا باحیائہا ونہینا عن اماتتہا انتہی اس عبارت سے مثل آفتاب نیم روز کے
روشن ہے کہ جس طرح طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنت مؤکدہ ہوتا ہے اوسی
طرح طریقہ صحابہ بھی سنت مؤکدہ ہوتا ہے اور جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے امت مطالب ہے اور تارک اسکا معاتب ویسا ہی سنت صحابہ سے بھی مطالب
اور تارک اسکا معاتب شرح تحریر مولانا بحر العلوم مین ہے اما السنۃ
فہی الطریقۃ الدینیۃ منہ صلی اللہ علیہ وسلم او الخلفاء الراشدین
ابی بکر وعمر وعثمان وعلی رضوان اللہ علیہم او بعضہم والمقصود انہا
الطریقۃ المستمرۃ التی لم تترک الا احیانا ولیست بالوجوب وہی
منقسمۃ الی قسمین الاول سنۃ الہدی وہی السنۃ التی واظب علیہا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث العبادۃ وحکمہا ان تارکہا بلا عذر
مضل ملوم ومحروم الشفاعۃ فی العقبی وہی کالاذان والجماعۃ وانت تعلم
ان مواظبۃ النبی صلعم علی الاذان لم یثبت فینبغی ان یراد اعم من ان یکون

الطریقۃ المستمرۃ فی الدین منہ صلی اللہ علیہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ صلی اللہ علیہ وسلم او باذن الخلفاء انتہی مولینا کی تحریر سے ظاہر ہوا کہ مواظبت باذن خلفا موجب سنیت ہے اور جب مواظبت بالاذن موجب سنیت ہوئی تو مواظبت بنفسہ بطریق اولی موجب ہوگی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو تعریف سنت میں فقط ما واظب علیہ النبی صلعم پر اکتفا کرتے ہیں انکی غرض مواظبت سے عام ہے خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا مواظبت خلفائے راشدین ہو بنفسہ یا بالاذن **اصول شاشی** میں ہے والسنۃ عبارۃ عن الطریقۃ المسلوکۃ المرضیۃ فی باب الدین سواء کانت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او من اصحابہ قال علیہ السلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ وحکمہا ان یطالب المرء باحیائہا ویستحق الملامۃ بترکہا الا ان یترکہا بعذر انتہی۔ تحقیق **شرح حسامی** میں ہے السنۃ لغۃ الطریقۃ مرضیۃ او غیر مرضیۃ وھی فی الشریعۃ اسم للطریقۃ الحسنۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر افتراض ولا وجوب کما اشار الشیخ فی بیان الحکم سواء سلکہا الرسول علیہ السلام او غیرہ ممن ھو علم فی الدین وحکمہا کذا قال شمس الائمۃ ای حکم السنۃ ھو الاتباع فقد ثبت بالدلیل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متبع فیما سلک من طریق الدین وکذا الصحابۃ بعدہ لانہا طریقۃ امرنا باحیائہا لقولہ تعالی لقد کان فیہم اسوۃ حسنۃ ولقولہ عز اسمہ وما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا ولقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ والاحیاء فی الفعل فترک الفعل یستوجب

ملہ کیونکہ تعریف سنت میں مواظبت کو خاص کر کے پیرا مراد عام لی ہے اور مواظبت خلفا کو شامل کیا ہے لعدم الیہ منتقل ہیراد الخ ۱۲

الملامة اى الملامة فى الدنيا وحرمان الشفاعة فى الآخرة وذكر ابو اليسر
واما حكم السنة فهوان كل فعل واظب عليه الرسول صلى الله عليه وسلم
مثل التشهد فى الصلوٰة والسنن الرواتب يندب الى تحصيله ويلام
على تركه مع لحوق اسم يسير وكل فعل لم يواظب عليه رسول الله عليه
السلام بل تركه فى حالة كالطهارة لكل صلوٰة وتكرار الغسل فى اعضاء
الوضوء والترتيب فى الوضوء فانه يندب الى تحصيله لكن لا يلام
على تركه ولا يلحق بتركه وزر اما التراويح فى رمضان فانها سنة الصحابة
رضى الله عنهم اذ لم يواظب عليها الرسول صلى الله عليه وسلم بل واظب
عليها الصحابة رضى الله عنهم وهى مما يندب الى التحصيل ويلام على
تركه ولكنها دون ما واظب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فان
سنة النبى صلعم اقوى من سنة الصحابة رضوان الله عليهم قال ابو اليسر
هذا عندنا واصحاب الشافعىؒ يقولون السنة فعل واظب عليه النبى
صلى الله عليه وسلم واما الفعل الذى واظب عليه الصحابة فليس بسنة وهو
على اصلهم مستقيم فانهم لا يرون اقوال الصحابة حجة فلا يرون افعالهم ايضا
سنة وعندنا اقوالهم حجة فيكون افعالهم سنة انتهى علامہ عبد العزیز بخاری
کی تحقیق سے ظاہر ہوا کہ سنت رسول خدا اور طریقۂ خلفا دونوں کی اتباع کا حکم امر ہے اور
تارک فعل رسول اللہ یا خلفا لایق ملامت ہے اور یہی سنیت کا مآل ہے کشف بزدوی
میں ہے حکم السنة هو الاتباع فقد ثبت بالدليل ان رسول الله عليه السلام
متبع فيما سلك من طريق الدين وكذا الصحابة بعده رضوان الله عنهم وهذا
الاتباع الثابت بمطلق السنة خال عن صفة الفرضية والوجوب الا ان يكون
من اعلام الدين نحو صلوٰة العيد والاذان والصلوٰة بالجماعة فان ذلك

بمنزلة الواجب على ما بينه بعد وذكر ابو اليسر واما السنة فكل فعل واظب
عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل التشهد فى الصلوة والسنن
الرواتب حكمها انه يندب الى تحصيلها ويلام على تركهما مع لحوق اثم يسير
وكل فعل لم يواظب عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بل تركه فى حالة
كالطهارة لكل صلوة وتكرار الغسل فى اعضاء الوضوء والترتيب فى الوضوء فانه
يندب الى تحصيله ولكن لا يلام على تركه ولا يلحقه بتركه وزر واما التراويح
فى رمضان فانها سنة الصحابة رضى الله عنهم اذ لم يواظب عليها رسول الله
صلى الله عليه وسلم بل واظب عليها الصحابة رضى الله عنهم وهى مما يندب
الى تحصيله ويلام على تركه ولكنها دون ما واظب عليه رسول الله صلى الله عليه
وسلم فان سنة النبى صلى الله عليه وسلم اقوى من سنة الصحابة الخ انتهى
کشف بزدوی اور تحقیق شرح حسامی سے ظاہر ہوا کہ امام ابو الیسر کے نزدیک مواظبت
صحابہ موجب سنیت ہے گرچہ اس کا تاکد کم ہو سنت رسول اللہ سے اور تارک اسکا گنہگار ہے
کیونکہ تارک سنت صحابہ کو مستحق ملامت قرار دیا اور ظاہر ہے کہ بدون ارتکاب معصیت
ہرگز قابل ملامت نہیں ہو سکتا چنانچہ خود ہی امام موصوف نے تصریح کر دی ہے پس ان
تصریحات سے ظاہر اور مویدا ہوا کہ علماء اصول کے نزدیک فعل رسول اللہ اور فعل صحابہ دونوں
مسنون ہیں اور تارک سنت رسول اللہ یا طریقہ صحابہ دونوں آثم و گنہگار ہیں اور تعجب ہے
ان حنفیہ سے کہ تارک سنت صحابہ کو آثم نہیں کہتے باوجودیکہ تقلید صحابہ محققین حنفیہ کے نزدیک
واجب ہے تحقیق شرح حسامی میں ہے لا خلاف ان مذہب صحابی اماما کان
او حاكما او مفتيا ليس بحجة على صحابى اخر انما الخلاف فى كونه حجة على التابعين
ومن بعدهم من المجتهدين فقال ابو سعيد البردعى وابو بكر الرازى فى بعض
الروايات وجماعة من اصحابنا انه حجة وتقليده واجب يترك بقوله او

بمذہبہ القیاس وھو مختار الشیخین وابی الیسر والمصنف وھو مذھب
مالک واحمد بن حنبل فی احد الروایتین والشافعی فی قولہ القدیم انتہی
توضیح میں ہے فصل فی تقلید الصحابی رضی یجب اجماعًا فیما شاع فسکتوا مسلمین ولا
یجب اجماعًا فیما ثبت الخلاف بینہم واختلف فی غیرھا وھو ما لم یعلم اتفاقہم
ولا اختلافہم انتہی الحاصل جب محققین وجوب تقلید صحابہ کے قائل ہیں تو پھر تارک
سنت صحابہ کیونکر گنہگار نہ ہوگا اس امر میں صاحب مدا بھی ہمارے موافق ہیں کہ اصولیین
حنفیہ کے نزدیک مواظبت خلفا موجب سنیت ہے چنانچہ امداد السنۃ[۱] کے صفحہ ۴۵ سے
ظاہر ہے الحمد للہ علی ذلک اور فقہائے حنفیہ کی تعبیرات تعریف سنت میں مختلف ہیں
اور بالفاظ عدیدہ بیان مطلب کرتے ہیں اور اگر تامل اور فکر کیا جائے تو باعتبار امر
متنازع فیہ کے ماحصل سب کا واحد معلوم ہوتا ہے اور بسبب اختلاف اغراض اور مطمح
انظار کے تعبیرات مختلف ہیں بعض میں فعل صحابہ کے سنت ہونیکی تصریح ہے اور بعض
میں اطلاق ہے نہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح اور نہ فعل صحابہ کرام کا بیان اور
بعض میں ظاہرا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ہے اور محققین نے اس تعبیر کو
ناقص قرار دیا ہے اب یہاں چند تعبیریں بطور نمونہ کے بیان ہوتی ہیں۔ از انجملہ
ما قال العلامۃ الشامی فی حاشیۃ علی الدر المختار وھو ہذا وبلا منع الترک ان کان مما
واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم والخلفاء الراشدون من بعدہ
فسنۃ والا فمندوب ونفل والسنۃ نوعان سنۃ الہدی وترکہا یوجب
اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان ونحوھما وسنۃ الزوائد وترکہا لا یوجب
ذلک الخ وقال ایضًا فی کتاب الصوم قدمنا فی بحث سنن الوضوء تحقیق الفرق
بین السنۃ والمندوب بان السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] عبارت اسکی یہ ہے جس پر خلفاء نے مواظبت فرمائی ہو اسکو اصولیین حنفیہ البتہ سنت کہتے ہیں لیکن فقہائے حنفیہ اسکو سنت نہیں کہتے۔ انتہی ۱۲

او خلفائه من بعده وهی قسمان سنة الهدی وسنة الزائد انتهی ملخصا
جس شخص کو ادنیٰ ما سکہ بھی علم سے ہو وہ خوب جان لیگا کہ صاحب ردالمحتار نے فعل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فعل صحابہؓ دونوں کو منقسم کیا ہی طرف سنت زائدہ اور
سنت مؤکدہ کے کیونکہ مطلق مواظبت کہ شامل ہی مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اور مواظبت خلفا کو سنت قرار دیا اور پھر السنة معرف باللام لا کر اُسی سنت
کی تقسیم[1] کی طرف سنت مؤکدہ اور زائدہ کے وایضًا[2] فی السراج الوہاج هی فی الشرع
ما واظب علیه النبی صلی الله علیه وسلم او احد من اصحابه
ویوجر العبد علی اتیانه ویلام تارکها وهی یتناول القولی والفعلی انتهی
وایضًا فی الجوهرة النیرة السنة فی اللغة هی الطریقة سواء کانت مرضیة
او غیر مرضیة وفی الشرع عبارة عما واظب علیه النبی صلی الله علیه
وسلم او واحد من الصحابة ویوجر العبد علی اتیانها ویلام علی
ترکها ویتناول القولی والفعلی انتهی اس تعریف سے بھی ظاہر ہی کہ مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مواظبت صحابہ دونوں موجب سنیت ہیں ماہرین پر
پوشیدہ نہیں ہی کہ صاحب سراج اور صاحب جوہرہ نیرہ کے قول سے مواظبت بالاذن
کا بھی سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوتا[2] ہی جیسا کہ مولینا بحرالعلوم نے تصریح کی ہے
وایضًا فی الایضاح السنة ما واظب علیه النبی صلی الله علیه وسلم علی
وجه العبادة مع الترک فی الجملة هو المشهور فی حدها المسطور فی الکتب
وفیه قصور لان ما واظب علیها الخلفاء الراشدون ایضا من السنة
الا تری الی ما قاله صاحب الهدایة فی التراویح والاصح انها سنة لانه

[1] اور معترضین کے کلام میں اور اس میں اتنا فرق ہی کہ اور مواظبت کو سنت مؤکدہ سے خاص کرتے
ہیں اور صاحب ردالمحتار خاص نہیں کرتے بلکہ مؤکدہ اور غیر مؤکدہ دونوں میں مواظبت شرط کرتے ہیں اور پھر
دونوں میں فرق اصطلاح کرتے ہیں کہ مؤکدہ شعائر دین میں سے ہی اور زائدہ ایسے نہیں ۱۲ منہ [2] کیونکہ لکھتے ہیں
کہ مواظبت شامل ہے قولی اور فعلی دونوں کو اور مواظبت قولی بعینہ مواظبت بالاذن ہی یا اُسکا ایک فرد ۱۲ منہ

واظب علیها الخلفاء الراشدون انتہی اور یہ بات بھی دریافت کر لینا چاہئے کہ مواظبت عام ہے حکما ہو یا حقیقۃ فی الدر المختار الشرط فی المؤکدۃ المواظبۃ مع ترك ولو حکمًا انتہی وفی رد المحتار المراد ایضًا المواظبۃ ولو حکمًا لتدخل التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بیّن العذر فی التخلف عنہا وھو خوف ان تفرض علینا انتہی وہکذا فی الطحطاوی اور مواظبت اور ونکی باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باذن خلفا اسی مواظبت حکمی مین داخل ہے از انجملہ ما قال صاحب تصویر التنویر ویرید بالسنۃ الہدی ہنا فعلا غیر فرض و غیر مختص بالنبی فعلہ ہو والخلفاء الراشدون او امر بہ او قرر علیہ قربۃ ولم ینسخ ولا یترك بالاجماع وبغیر المؤکدۃ ما فعلہ مرۃ وترکہ اخری انتہی از انجملہ ما قال صاحب الفصیحیۃ ناقلا عن المحیط[ل] السنۃ سنتان سنۃ النبی وسنۃ الصحابۃ فسنۃ الرسول علیہ الصلوۃ والسلام ہی الطریقۃ التی واظب علیہا کرکعتی الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی واظبوا علیہا کالجماعۃ فی التراویح فہی سنۃ عمرؓ فانہ واظب علیہا وتابعہ الصحابۃ انتہی فی التاتارخانیۃ السنۃ سنتان سنۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ الصحابہ سنۃ الرسول ہی الطریقۃ التی سلکہا رسول صلی اللہ علیہ وسلم وواظبہا کرکعتی الفجر والاربع قبل الظہر واشباہہما وسنۃ الصحابۃ رضوان اللہ تعالی علیہم ہی الطریقۃ التی سلکہا الصحابۃ وواظبوا علیہا کالتراویح فانہا سنۃ

[ل] طحطاوی اور تاتارخانیہ مین اگرچہ قید موکدہ کی نہین لگائی مگر ادنی تامل مین عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون کتابون مین سنت موکدہ کی تقسیم اور تعریف ہے کیونکہ تعریف مین مواظبت کو اخذ کیا ہے اور مثال بھی وہ دی کہ باتفاق وہ سنت موکدہ ہے دو قرینہ یا واز بلند کہہ رہے ہین کہ یہان تقسیم اور تعریف سنت موکدہ کی ہے کیونکہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند الجمہور اور سنت فجر تو باتفاق سنت موکدہ ہے اس شق مین تو لامحالہ کہنا پڑیگا کہ صرف سنت موکدہ کو بیان کیا ہے پھر شق ثانی مین بھی اسی قرینہ سے سنت موکدہ مراد ہوگی ورنہ عبارت لغو اور مہمل ہو جاویگی علاوہ اس کے محیط نے سنت صحابہ کی مثال جماعت تراویح بیان کی ہے اور تاتارخانیہ مین اسکی مثال تراویح دی ہے اور ان دونو کا سنت موکدہ ہونا ان دونون کتابون مین مصرح ہے ۱۲ منہ

عمر لان عمر واظب علیہا شرح الطحاوی انتہی ازانجملہ ما فی خلاصۃ الفتاوی
السنۃ ما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم او اصحابہ ازانجملہ
ما قال الطحطاوی فی حاشیہ مراقی الفلاح والسنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ صلی اللہ
علیہ وسلم علی ما تقدم او صحبہ قال فی السراج ما فعلہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم او احد من صحابہ امر علیہ السلام باتباعہ بقولہ علیہ السلام
علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی وقولہ علیہ السلام
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم انتہی ازانجملہ ما قال فی
منح الغفار وہو ہذا انہا الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین من غیر لزوم علی سبیل
المواظبۃ انتہی ازانجملہ ما قال صاحب المبسوط السنۃ سنتان اخذہا
ہدی وترکہا لا باس بہ کالسنۃ التی لم یواظب علیہا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وسنۃ اخذہا ہدی وترکہا ضلالۃ کالاذان
والاقامۃ انتہی ازانجملہ ما قال فی نہر الفائق فی غایۃ البیان ہی ما فی فعلہ
ثواب وفی ترکہ عتاب لا عقاب وایدہ بعض المتاخرین بانہ المعنی المناسب
للمقام انتہی وہکذا قال العینی فی منحۃ السلوک ازانجملہ ما قال صاحب الدر المختار ناقلا
عن الشمنی وعرفہا الشمنی بما ثبت بقولہ علیہ السلام او بفعلہ ولیس بواجب
ولا مستحب انتہی شمنی کی تعریف بھی فعل خلفا کو شامل ہے کیونکہ فعل خلفا ثابت بقول
رسول اللہ ہے اسوجہ سے صاحب درمختار نے تراویح کی نسبت موکدہ ہونیکی دلیل مواظبت
خلفا بیان کی ہے یہانتک وہ تعبیریں بیان ہوئیں جس میں فعل صحابہ کی سنت ہونیکی
تصریح ہے یا مطلق ہیں کسی سے فعل کی تصریح نہیں مگر کسی سے مفہوم نہیں ہوتا کہ فعل صحابہ
سنت نہیں اور سنت موکدہ ہونا مخصوص ہے مواظبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
ازانجملہ ما قال صدر الشریعۃ فی شرح الوقایہ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلی اللہ

عليه وسلم مع الترك احيانا فان كانت المواظبة على سبيل العبادة فسنن الهدى
وان كانت على سبيل العبادة فسنن الزوائد انتهى ازانجملہ ماقال صاحب البحر
والذى ظهر للعبد الضعيف ان السنة ما واظب عليه النبي صلى الله عليه
وسلم لكن ان كانت لا مع الترك فهي دليل السنة المؤكدة وان كانت مع
الترك احيانا فهي دليل غير المؤكدة وان اقترنت بالانكار على من لم
يفعله فهي دليل الوجوب انتهى یہی دونوں تعبیریں ہیں جن کی سند سے صاحب امداد
فرماتے ہیں کہ مواظبت خلفا سے کسی فعل کو سنت موکدہ کہنا خلاف ضابطہ فقہا ہے
مگر میں کہتا ہوں کہ اول تو اکثر تعبیروں کو چھوڑ دینا اور اقل قلیل پر حکم کلیہ کر دینا نہایت
انصاف سے بعید ہے دوسرے اس تعریف کا حال سنئے کہ بوجہ چند اسمیں کلام ہے اولاً
اگر تسلیم کیا جاوے کہ یہ تعریف فعل صحابہ کو شامل نہیں ہے جب بھی ہمپر حجت نہیں ہو سکتی
کیونکہ فقہا اور اصولیین نے خود اس تعریف کو ناقص ٹھہرایا ہے چنانچہ ایضاح سے معلوم
ہوا اور اسی تعریف کو صاحب تقریر نے لکھا ہے ولا یخفى عدم شموله لجميع المسنونات
اور اسی تعریف پر شیخ عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں بڑی دھوم دھام سے اعتراض کئے
ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ یہ تعریف مواظبت خلفا کو شامل نہیں ہے حالانکہ
ضرور ہے مواظبت خلفا کو شامل کرنا وعبارته هكذا وفي فتح القدير ما واظب عليه
صلى الله عليه وسلم مع الترك احيانا وفيه بحث من وجوه الاول ليس
كلما كان كذلك يكون سنة بل لابد ان يكون على وجه العبادة كما
قيده في ايضاح الاصلاح ليخرج ما كان كذلك على وجه العادة الى
ان قال الثالث لابد ان يزاد وما واظب عليها الخلفاء الراشدون
بعده ليدخل التراويح اذ قد اطبقوا على سنيتها لمواظبة الخلفاء عليها
وما في السراج هي ما فعله عليه الصلوة والسلام او احد من اصحابه

فتعریف لمطلق السنة والکلام فی المؤکدۃ انتہی مقام انصاف ہے کہ جب صاحب
تقریر نے اس تعریف پر مجملاً نقض کیا اور صاحب ایضاح اور صاحب نہر نے صراحۃً لکھ
دیا کہ یہ تعریف ناقص ہے مواظبت خلفا کو شامل نہیں پھر بھی کوئی شخص اس تعریف کو تمسک
ٹھہرا کر کہہ سکتا ہے کہ مواظبت خلفا موجب سنیت نہیں ہوتی یہ امر بھی دریافت کر لینا
چاہئے کہ صاحب النہر الفائق صاف لکھتا ہے کہ مواظبت خلفا موجب سے سنت مؤکدہ
ہو سکی اس لئے کہ صاحب سراج کی تعریف کو کہتا ہے کہ یہ تعریف مطلق سنت کی ہے
اور بحث ہو رہی ہے سنت مؤکدہ کی تعریف مین یعنی فتح القدیر مین تعریف سنت
مؤکدہ کی ہے اور اسی تعریف مین مواظبت خلفا کی قید لگانا ضرور ہے تاکہ سنت مؤکدہ
کی تعریف جامع ہو جاے اور صاحب سراج نے خاص سنت مؤکدہ کی تعریف نہیں کی
بلکہ مطلق سنت کی تعریف کی ہے کہ سنت مؤکدہ اور سنت زائدہ دونون کو شامل ہے
کیونکہ مطلق فعل نبی اور فعل صحابہ کو اخذ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مطلق فعل عام ہے مواظبت
سے حاصل کلام یہ ہے کہ صاحب سراج کی تعریف اگرچہ فعل صحابہ کو شامل ہے مگر ما نحن فیہ سے
خارج ہے کیونکہ ہماری گفتگو خاص سنت مؤکدہ مین ہے اور یہ مطلق سنت کی تعریف ہے
ثانیاً اگر تسلیم کیا جاے کہ یہ تعریف صحیح ہے اور کچھ اس مین کلام نہیں تو یہ مسلم نہیں کہ
یہ تعریف مطلق سنت کی ہے بلکہ خاص سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف
ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ سے مفہوم ہوتا ہے اسلئے کہ شارح موصوف نے فاضل
اترازی سے تعریف نقل کر کے اُس پر دو اعتراض نقل کئے ہین اعتراض ثانی کا محصل یہ
ہے کہ فاضل مذکور کی تعریف مانع نہیں ہے کیونکہ اس تعریف مین سنت غیر نبی بھی داخل
ہو گئی اور یہی اعتراض فاضل اکمل کی تعریف پر کیا ہے وعبارتہ ہذا الثانی ان تعریفہ ہذا
یدخل فیہ سنۃ غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان سنۃ العمرین
لا شک فی فعلہا ثواب وفی ترکہا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بہما

لقوله علیه السلام اقتدوا بالذین من بعدی الخ فاذا اقتدائهما مامور به
یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب واما تعریف الاکمل فلانه
غیر مانع لتناول سنة غیر النبی صلی اللہ علیه وسلم اور یہی بات امام ابوالیسر رح
کے کلام سے مستنبط ہوتی ہے یہاں تک بیان کیا گیا جو کچھ کہ علما نے اس تعریف پر رد و قدح
کی ہے اب یہ حقیر کہتا ہے کہ اگر یہ تعریف خاص سنت نبوی قرار دیجائے اور سنت صحابہؓ اس سے
خارج رہے تو کچھ قباحت نہین اور اس امر کو صاحب امداد الغوی بھی تسلیم کرتے ہین اور صفحہ ۳۰
مین تحریر فرماتے ہین اگر مقسم خاص سنت نبی صلی اللہ علیه وسلم ہے تو سنت غیر نبی صلی اللہ علیه
وسلم خارج از قسمین ہے چنانچہ اسی طرف مشیر ہے یہ کلام صاحب تلویح کا والنفل دون الزوائد
لانها صارت طریقة مسلوکة فی الدین وسیرة للنبی صلی اللہ علیه وسلم بخلاف
النفل انتہی کیونکہ اگر مقسم عام ہوتا تو سنت غیر نبی بھی سنت زائدہ ہوتی اور اُس کا سیرة
للنبی ہونا متصور نہین انتہی مگر اس سے یہ بات لازم نہ آویگی کہ کوئی فعل صحابہ سنت مؤکدہ نہو
کیونکہ سنت صحابہ سے یہان بحث ہی نہین اور یہ امر کچھ بعید نہین کہ فقہا نے خاص سنت نبوی
کی تعریف کی ہو اس وجہ سے کہ صحابہ کرام سے بہت قلیل امور ثابت ہونگے کہ وہ حضرت سے ثابت
نہون چونکہ اس سنت کا وجود اقل قلیل ہے تو فقہا کا ترک کرنا گنجایش رکھتا ہے اور جنہون نے مواظبت
صحابہ کی قید زائد کی ہے اونکی غرض تعریف مطلق سنت ہے اور اگر یہ تعریف عام کیجائے تو بھی
ممکن ہے یعنی اگر کہا جاوے کہ یہ تعریف مواظبت صحابہ کو شامل ہے تو کچھ بعید نہین کیونکہ سنت
خلفاے راشدین بمقتضاے کلام سید الانام علیه الصلوة والسلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء
الراشدین من بعدی اور بنجوای اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمرؓ کی سنت نبوی کے
حکم مین ہے چنانچہ قدوة المحققین مولوی بشیر الدین صاحب نے غایة الکلام کے صفحہ ۱۳۹ مین اذان
ثالث جمعہ کو سنت خلیفہ ثالث قرار دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کا فعل حکماً ٹھہرایا ہے
اور اُس کی وجہ اسطرح بیان کی ہے۔ زیرا کہ سنت خلفا در حکم سنت حضرت علیه الصلوة والتحیة

بیان عمومیت تعریف سنت جو مظاہر مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سے خاص ہے

است بموجب منطوق علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین انتہی اور کتب اصول مین بھی یہ امر مصرح ہی مسلم مین ہی قول الصحابی فیما یمکن فیہ الرای ملحق بالسنۃ لغیرہ لا لمتلہ الی ان قال وفیما لا یدرک بالرای فعند اصحابنا اتفاقاً انتہی جب یہ امر ٹھہرا کہ اصل مین فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنت ہی اور طریقہ صحابۂ کرام ملحق بالسنۃ ہی تو فقہا نے اس نظر سے فعل صحابہ کی تصریح نہین کی کیونکہ جب شی ثابت ہوگی تو مع اپنے لواحق کے ثابت ہوگی اصل کا بیان کرنا کافی ہی لواحق کا ذکر کچھ ضرور نہین خصوصاً اُس وقت کہ لواحق کا وجود بہت ہی کم پایا جاے اور اون فقہا کے کلام سے تو اس دعوی کی نہایت تصدیق ہوتی ہے جو تعریف سنت مین ظاہرا مواظبت کو خاص کرتے ہین اور تراویح مین مواظبت خلفا کو دلیل سنت قرار دیتے ہین چنانچہ صاحب شرح وقایہ نے تعریف سنت مین مواظبت کو خاص کیا ہے اور بحث تراویح مین لکھا ہے وانما کانت التراویح سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون انتہی اور صاحب جامع الرموز نے بھی ایسا ہی کیا ہے **فائدہ** بعض کتابون مین تراویح کی سنت ہونیکو اصح کہا ہی چنانچہ **منحۃ السلوک** مین ہی والاصح انہا سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اور ہدایہ مین ہے والاصح انہا سنۃ لانہ واظب علیہا الخلفاء الراشدون ظاہرا اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مقابل اسکا صحیح ہو مگر یہ خیال کرنا نچاہئے بلکہ یہان لفظ اصح بمعنی صحیح ہے مقابل صحیح کے نہین اور فقہا تصریح کرتے ہین کہ صحیح اور اصح دونون ایک معنی مین آتے ہین چنانچہ **فضیحہ** مین لکھا ہے فی المضمرات قول الفقہاء وھو الاصح وھو الصحیح وھو المعتمد علیہ الی غیر ذلک من العبارات کلہا بمعنی واحد اور اسی وجہ سے بعض فقہا نے اس لفظ اصح کی جگہ لفظ صحیح لکھا ہے **فی جامع الرموز** التراویح علی الصحیح سنۃ

مؤكدة انتهى وفى غنية المستملى وهى سنة مؤكدة فى الصحيح انتهى وفى
خزانة المفتين التراويح سنة مؤكدة للرجال والنساء وهو الصحيح انتهى
وفى خزانة الفتاوى التراويح سنة هو الصحيح من المذهب انتهى وفى
العينى ان التراويح سنة لا يجوز تركها وقال الشهيد هو الصحيح انتهى
وفى الكافى التراويح سنة فى الصحيح من المذهب انتهى اور اگر اصح کو بمعنی صحیح نہ
لیں گے تو اصح کہنا صحیح نہ ہوگا کیونکہ صحیح کا مقابل غلط ہی یا ضعیف اور اصح کا مقابل
صحیح ہے اب اصح اپنے معنی میں رہے تو حاصل معنی ان عبارتوں کے یہ ہونگے کہ
تراویح سنت بھی ہی اور مستحب بھی مگر سنت ہونا اصح ہی حالانکہ اس مقام میں سنت
اور مستحب کا اجتماع نہیں ہو سکتا ہے اسلئے کہ مستحب اس مقام پر یا تو قسیم ہے مطلق
سنت کا یا خاص سنت مؤکدہ کا اور دو قسیم ایک محل پر جمع نہیں ہو سکتے اور
ظاہر ہے کہ سنت کے مفہوم میں مواظبت معتبر ہی اور مستحب میں عدم مواظبت
پھر یہ دونوں متنافیین کیسے جمع ہو سکتے ہیں فالحمد لله کما ینبغی اقوال اصولیین اور فقہاے
مواظبت صحابہ کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا۔

ضمیمہ

اس[1] مقام پر بعض صاحب ایک شک کرتے ہیں اس کا جواب دینا بھی ضروری ہی۔ وہ
یہ ہی کہ مواظبت خلفاے راشدین کا مفید سنت مؤکدہ ہونا خلاف تحقیق ہی اس وجہ سے کہ
اگر فرض کیجئے کہ ایک فعل ایسا ہی کہ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت نہیں کی لیکن
رغبت دلائی ہی پس وہ فعل لامحالہ مستحب ہوگا اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
خلفاے راشدین نے اس مستحب پر بمقتضاے حدیث احب الاعمال الی الله ادومها و

---

[1] اس سے مراد مولوی محمد بشیر صاحب القول المنصور ہیں یہ ضمیمہ بعد کئی برس کے داخل کتاب کیا گیا ہی۔ وقت تصنیف
رسالہ ہذا یہ اعتراض نظر سے نہیں گذرا تھا بلکہ القول المنصور تصنیف بھی نہیں ہوا تھا ۱۲ منہ

وان فلی مواظبت کی پس اگر خلفاے راشدین کی مواظبت سے سنت مؤکدہ ہو جائے
تو ہم پوچھتے ہین کہ آیا استحباب باقی رہیگا یا منسوخ ہو جائیگا برتقدیر اول اجتماع متنافیین
لازم آتا ہے اور برتقدیر ثانی لازم آئیگا نسخ اور حدوث دلیل شرعی بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور یہ دونون غیر متصور ہین انتہی جواب اسکا بچند وجوہ ہے **اول** یہ مسلم نہین کہ
مطلق رغبت دلانا مفید استحباب ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ بعض ترغیب مفید تاکد اور سنیت ہو ممکن
ہے کہ ایک فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسبب کسی عذر کے نکیا ہو اور رغبت بلیغ دلائی
ہو ایسے فعل کے ترک مین اسارت نہونیکی کیا وجہ ہے اور اگر کوئی کہے کہ سنت کی تعریف سے
یہ فرد خارج ہے تو اسکے وہی جواب دئے جائینگے جو پہلے ہم تحریر کر آئے ہین یعنی یا تو تعریف جامع
نہ قرار دی جائے یا اس کو مواظبت حکمی کہا جاوے وغیر ذالک بہرحال ایسی رغبت کے بعد
اگر مواظبت خلفاے راشدین ثابت ہو اور اس کو مفید سنیت کہا جاوے تو معترض کا نقض
وارد نہوگا اور مواظبت خلفا کی طرف اس کی نسبت اسوجہ سے کی گئی کہ وہ رغبت یا اسکی کیفیت
ہم تک نہین پہنچی یہ جواب اگرچہ عموماً جاری نہو مگر محل متنازع فیہ مین جاری ہو سکتا ہے
اور غرض اس سے قصور بیان معترض ہے فافہم **دوم** یہ کہ معترض صاحب نے ان دونون امر کے
غیر متصور ہونے مین توضیح و تلویح کی عبارت سے استدلال کیا ہے حالانکہ انہی کتابون مین خلاف
اس کے مصرح ہے اور جو عبارت معترض نے نقل کی ہے اس پر صاحب تلویح اعتراض کرتے ہین
اور ناسخ ہونا اجماع کا ثابت کرتے ہین اور ایک مقام پر قول جمہور کی تاویل کرتے ہین شاید
معترض صاحب نے تمام و کمال ملاحظہ نہین فرمایا صرف مطلب کی بات دیکھلی ہے اب ناظرین
ملاحظہ فرمائین صاحب تلویح ایک اعتراض کے جواب مین تحریر کرتے ہین - وجوابہ ان کون
الاجماع حجة لیس مبنیا علی دلیلہ ای سندہ بل حجة لذاتہ کرامة لہذہ الامة
واستدامة لاحکام الشرع انتہی اس کلام سے حدوث دلیل شرعی کا بعد رسول اللہ

[1] کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح پر رغبت بلیغ دلائی ہے چنانچہ ناظر احادیث پر پوشیدہ نہین ہے ۱۲ منہ

صلی اللہ علیہ وسلم صاف ظاہر ہے کیونکہ حجیت اجماع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے
اور اُس کو حجیت لذاتہ صاحب تاویح کہتے ہیں وجواز نسخ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں صاحب تلویح لکھتے ہیں ذہب فخر الاسلام الی انہ یجوز نسخ الاجماع
بالاجماع وان کان قطعیا حتی لو اجمع الصحابۃ علی حکم ثم اجمعوا علی خلافہ
جاز والمختار عند الجمہور ہو التفصیل علی ما اشار الیہ المص وہو ان الاجماع
القطعی المتفق علیہ لا یجوز تبدیلہ وہو المراد بما سبق من ان الاجماع
لا ینسخ ولا ینسخ بہ والمختلف فیہ یجوز تبدیلہ کما اذا اجمع القرن الثانی
علی حکم یروی فیہ خلاف من الصحابۃ ثم اجمعوا بنفسہم او اجمع من بعدہم
علی خلافہ فانہ یجوز ان ینتہی مدۃ الحکم الثابت بالاجماع فیوفق اللہ تعالی
اہل الاجماع علی خلافہ وما یقال ان انقطاع الوحی یوجب امتناع النسخ فمختصہ
بما یتوقف علی الوحی والاجماع لیس کذلک انتہی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ نسخ بعد رسول
ممکن ہے اور جو شبہات اس پر بظاہر وارد ہوتے تھے وہ بھی اس کلام سے مرتفع ہو گئے
کما لا یخفی اور معترض صاحب نے جو تلویح کی عبارت نقل کی ہے اس میں قطع وبرید کو کام فرمایا ہے
کیونکہ عبارت اول جو منقول ہے وہ اصل میں اس طرح ہے ای بعد النبی علیہ السلام
لان الاحکام صارت موبدۃ لانقطاع الوحی ولا یخفی ان ہذا مختص
بالاحکام المنصوصۃ انتہی جملہ اخیرہ ولا یخفی الخ معترض نے حذف کر دیا جس سے
صاف معترض کا مدعی منقوض تھا اور دوسری عبارت جو منقول ہے والجمہور علی انہ لا نسخ الخ
اُس کے اول تو علامہ نے فخر الاسلام کا قول جواز نسخ میں نقل کیا ہے اور یہی مختار علامہ معلوم ہوتا ہے
اور بعد اسکے جمہور کے قول پر اعتراض کیا ہے اسطرح لقائل ان یقول لا نسلم ان الاجماع
المخالف للنص خطاء الخ الغرض بعد آنحضرت مطلقاً نسخ کا غیر متصور ہونا مسلم نہیں بلکہ
خود معترض کے قول کے خلاف ہے کیونکہ اتمام الحجۃ میں معترض صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہیں

کہ قبول جزیہ اہل کتاب سے حضرت عیسیٰ کے وقت مین منسوخ ہو جائیگا اور ایسے ہی مؤلفۃ القلوب کے حصہ کا منسوخ ہونا معترض نے نقل کیا ہے اور اس سے صاحب کلام مبرور پر نقض کیا ہے۔
سوم حدوث دلیل شرعی سے کیا مراد ہے دلیل مستقل یا غیر مستقل بر تقدیر اول لزوم مسلم نہین اور بر تقدیر ثانی کوئی قبح نہین معترض صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہین چنانچہ اتمام الحجۃ سے ظاہر ہے تابع کی غیر مستقل ہونے کے لئے یہ ضرور نہین کہ متبوع کے ہر فرد کے تابع ہو یا کوئی فرد خاص کسی فرد خاص کے تابع ہو بلکہ مطلق کا اتباع کافی ہے اس کے عدم استقلال اور تابع ہونے کے یہ معنی ہین کہ اگر دلیل متبوع جسے مستقل مانا گیا ہے اُس سے اسکا دلیل ہونا ثابت نہوتا تو فی نفسہ یہ دلیل نہ ہوتی فافہم۔
چہارم یہ کہ اصل مین ناسخ فعل خلفاء راشدین نہین بلکہ حدیث[1] علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین الحدیث وحدیث[2] رواہ الترمذی واحمد اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر ہے اس جواب پر معترض صاحب کا یہ نقض کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ اجماع اور قیاس کا ناسخ ہونا بھی درست ہو محض بے اصل ہے کیونکہ اول تو اس لزوم مین قباحت بیان کیجئے اجماع کے ناسخ ہونے کا تو کچھ بیان گذرا اور قیاس کے ناسخ نہ ہونے پر بھی کلام کیا گیا ہے چنانچہ شرح مسلم وغیرہ مین مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے دوسرے یہ کہ جو اجماع کے ناسخ ہونے کے منکر ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اجماع مخالف کتاب و سنت نہین ہو سکتا پس جب مخالف نہو تو ناسخ ہونیکی کوئی صورت نہین نکلتی اور اگر مخالف ہوگا تو دوسری نص پر مبنی ہوگا کہ وہ مجمعین کے نزدیک ناسخ نص اولی ہے کما فی کتب الاصول علاوہ اس کے اجماع کے ناسخ نہونے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ معترض صاحب اتمام الحجۃ مین تحریر کرتے ہین (ہو سکتا ہے کہ نفس الامر مین مثبت قطعیت حکم داعی و سند ہو اور اجماع صرف مظہر قطعیت ہو) جب اجماع صرف مظہر قطعیت ٹھہریگا تو اوس کے ناسخ ہونے مین کیا استحالہ لازم آئیگا اور قیاس کا بھی یہی حال ہے کیونکہ قیاس وہین ہوگا جہان نص نپایا جائیگا پس نص سے

---

[1] رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی ۱۲

تو مخالفت ہوئی نہین سکتی تاکہ ناسخ ہو سکے باقی رہا مخالفت قیاس متقدم سو یہ انکی اصطلاح
مین نسخ نہین ہے بلکہ کہتے ہین کہ جب قیاس متاخر کا راجح ہونا ثابت ہوا تو قیاس اول
کا غلط ہونا ظاہر ہوگیا اور معلوم ہوا کہ اُس سے حکم ثابت تھا نہین جب ثابت نہ تھا تو رفع کس شی کا
ہوگا چنانچہ تحقیق وغیرہ مین مصرح ہے ـ مخفی نرہے کہ منکرین سنیت فعل صحابہ کرام کا اس
مقام پر بہت بڑا شبہہ یہ ہے کہ حدیث مذکور سے سنیت ثابت نہین ہوتی کیونکہ علیکم امر ہے
اور امر واسطے وجوب کے آتا ہے یا استحباب کے مفید سنیت کسی نے نہین لکھا اس وقت
اس اعتراض کے جواب مین ہم اسقدر کہتے ہین کہ اگر اس شک سے مواظبت خلفاے
راشدین کا سنت ہونا ثابت نہین ہوگا تو مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
بھی سنت ہونا ثابت نہوگا اگر کوئی اُسے ثابت کریگا تو انشاءاللہ ہم اسے بھی ثابت
کردینگے اور جن آیات و حدیث سے مواظبت رسول اللہ کی سنیت پر استدلال کیا گیا ہے
اُس سے ثبوت نہین ہوسکتا ہے کیونکہ اول استدلال آیت ما اتاکم الرسول فخذوہ وما
نہاکم عنہ فانتہوا سے ہے اور اس پر وہی اعتراض ہوتا ہے جو ہمارے استدلال پر کیا گیا ہے
یعنی خذو صیغہ امر ہے اور امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے یا استحباب اور غرض اثبات سنیت ہے
وہ ثابت نہ ہوئی علاوہ اسکے اس آیت سے مواظبت فعلی کا تو وجوب و استحباب بھی ثابت نہین
ہوتا کیونکہ ما اتاکم کے معنی ما امرکم ہین فی المسلم المعنی ما امرکم لمقابلۃ ما نہاکم انتہی
دوسرا استدلال آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ سے ہے یہ بھی منقوض
ہے کیونکہ اس آیت سے وجوب تاسی اور اقتدا سمجھا جاتا ہے نہ سنیت چنانچہ مسلم مین وجوب
تاسی پر اس آیت سے استدلال کیا ہے اور اوسکی فواتح الرحموت مین اُس کی تقریر اس طرح کی ہے
وقد تقرر بان مفاد الایۃ ان من کان مومنا باللہ والیوم الاخر لہ اسوۃ حسنۃ
وھو یستلزم ان من لیس لہ اسوۃ حسنۃ لیس یومن باللہ والیوم الاخر
فیکون عدم الاسوۃ ملزوما لعدم الایمان فیکون حراما فیکون الاسوۃ

[1] یہ استدلالات امداد السنۃ اور القول منصور مین مذکور ہین ۱۲ منہ

واجبۃ الثہی تیسرا استدلال اس حدیث سے ہی من ترک سنتی لم ینل شفاعتی
اس سے استدلال کرنا تو عجیب خوش فہمی ہے کیونکہ ایک معنی تو اس کے یہ ہوسکتے ہین کہ جس نے
طریقہ اسلام کو طریقۂ رسول اللہ ہی چھوڑا وہ شفاعت سے محروم ہے اور ظاہر معنی جس میں تکلف
کی حاجت نہیں ہے یہی معنی ہین اگر یہ معنی کہین جائین تو آپ کے مدعا سے کیا ربط ہوگا۔ اور
اگر سنتی سے مراد افعال رسول اللہ لیئے جائین تو کون سے افعال مراد لیئے جائین گے۔ آیا وہ
افعال جنکا عدم ترک واجب ہے اور ترک انکا حرام یا مکروہ تحریمی یا وہ افعال جنکا عدم ترک
مندوب ہے اور ترک انکا مکروہ اور ترک اولی اگر اول معنی مراد ہین تو عدم نیل شفاعت
کے کیا معنی کیونکہ اس تقدیر پر ترک سنت کے معنی ترک واجب کے ہون گے اور ترک
واجب کو غایۃ الامر گناہ کبیرہ کہا جاے اور مرتکب کبیرہ کے لئے یہ وعید نہین ہوسکتی
کیونکہ حضرت خود فرماتے ہین شفاعتی لاہل الکبائر پس جب اول معنی صحیح نہوے
تو معنی ثانی بطریق اولی صحیح نہون گے اور اگر تاویلات کو دخل دیکر معنی درست بھی کیے گئے
تو مستدل کے لئے کچھ مفید نہوگا کما لا یخفی علی من لہ درایۃ مسلمۃ۔

فصل دوم در اثبات سنیت نفس تراویح

مخفی نرہے کہ نفس تراویح بدلائل علم اصول و باقوال جمہور علماے فحول سنت
موکدہ ہی **دلیل اول مواظبت صحابہ** واضح ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
قیام رمضان یعنی تراویح کے نہایت ترغیب و تحریص دیا کرتے تھے اور تین یا چار شب
آپ نے جماعت بھی اسکی صحابہ کے ساتھ پڑھی اور پھر اس خوف سے کہ کہین فرض نہو جاے
ترک فرمایا اور صحابہ سے کہدیا کہ اپنے اپنے گھرون مین پڑھ لیا کرو اسواسطے صحابہ کرام
اپنے اپنے گھرونمین علحدہ علیحدہ تراویح پڑھتے رہے پھر حضرت عمرؓ نے سنہ چودہ ہجری
میں جماعت کا امر فرمایا صحابہ نے بلا عذر قبول کیا جب سے جماعت پر قرار اور دوام رہا یہ

مضمون احادیث صحیحہ اور روایات معتبرہ میں آیا ہے صحیح مسلم میں ہے عن ابی ھریرۃ قال
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم
فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ
فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر
الصدیق رض وصدرا من خلافۃ عمر رض علی ذلک وعن عایشۃ رض ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صلی فی المسجد ذات لیلۃ فصلی بصلاتہ ناس ثم
صلی من القابلۃ فکثر الناس ثم اجتمعوا من اللیلۃ الثالثۃ او الرابعۃ فلم
یخرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما اصبح قال قد رایت الذی
صنعتم فلم یمنعنی من الخروج الیکم الا انی خشیت ان یفرض علیکم قال
وذلک فی رمضان انتہی امام نووی نے لکھا ہے قولہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الخ معناہ استمر الامر ھذہ المدۃ علی ان کل احد یقوم
رمضان فی بیتہ منفردا حتی انقضی صدرا من خلافۃ عمر رض ثم جمعھم علی
ابی ابن کعب فصلی بھم جماعۃ واستمر العمل علی فعلہا جماعۃ وقد جاءت
ھذہ الزیادۃ فی صحیح البخاری فی کتاب الصیام انتہی ارشاد الساری شرح
صحیح بخاری میں ہے واذا اجتمع الصحابۃ مع عمر رض علی ذلک زال عنہ اسم
البدعۃ اور بعد اسکے حضرت عائشہ رض کا قول نقل کرکے لکھا ہے واستدل بہ
علی ان الافضل فی قیام شہر رمضان ان یفعل فی المسجد فی جماعۃ لکونہ
صلی اللہ علیہ وسلم صلی معہ ناس فی تلک اللیالی واقرھم علی ذلک
انما ترک لمعنی قد امن بوفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو خشیۃ الافتراض

لہ یعنی معنی حدیث اول کے یہ ہیں کہ اس مدت میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شروع خلافت
حضرت عمر رض تک یہ حال رہا کہ ہر شخص اپنے گھر میں نماز تراویح تنہا پڑھا کرتا تھا پھر حضرت عمر رض نے جماعت کا امر فرمایا۔
اور ابی بن کعب صحابی کو امام بنایا بعد ازاں جماعت تراویح کا کرنا مستمر ہو گیا ہمیشہ لوگ کرتے آئے ہیں یہ
امام نووی کا حاصل مطلب ہے ۱۲

وبهذا قال الشافعي وجمهور اصحابه وابو حنيفة واحمد وبعض المالكية وقد روى
ابن ابي شيبة فعله عن علي وابن مسعود وابي بن كعب وسويد بن غفلة
وغيرهم وامر به عمر بن الخطابؓ واستمر عليه عمل الصحابة رضي الله عنهم
وسائر المسلمين وصار من الشعائر الظاهرة كصلوة العيد انتهى فاضل زرقانی
نے شرح موطا میں لکھا ہے وقال ابن عبد البر لم يسن عمر الا ما رضيه صلى الله
عليه وسلم ولم يمنعه من المواظبة عليه الا خشية ان يفرض على امته
وكان بالمومنين رؤفا رحيما فلما امن ذلك عمر اقامها واحياها سنة اربع عشرة
من الهجرة الى ان قال فابتدعه عمر وتابعه الصحابة والناس الى هلم جرا و
اذا اجمع الصحابة على ذلك زال عنه اسم البدعة انتهى ملخصا محلی شرح موطا
میں ہے ثم جمعهم عمر على ابي بن كعب فصلى بهم جماعة واستمر العمل على فعلها جماعة
انتهى الحاصل بے شائبہ شک وریب تراویح پر استمرار اور دوام صحابہ کرام کا ثابت ہے
اور جب استمرار و دوام ثابت ہوا تو بمقتضائے اصول حنفیہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت
ہوا کیونکہ فصل اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ جس فعل پر صحابہ کرام مواظبت فرمائیں وہ فعل سنت
مؤکدہ ہے **دلیل**[١] **دوم** جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ کفایہ ہے اور جب جماعت تراویح
سنت مؤکدہ ہوئی تو نفس تراویح بھی لا محالہ سنت مؤکدہ ہوگی جماعت تراویح کی سنت ہونے
کیلئے کئی دلیلیں ہیں منجملہ اُن کے دو یہاں بیان ہوتی ہیں **اوّل** یہ کہ صحیحین میں مروی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت تراویح کی پڑھی اور بعد تین یا چار شب کے بخوف فرضیت
ترک فرمایا اور باتفاق جماعت تراویح آنحضرت پر فرض نتھی بلکہ نفل تھی اور آپ کا عبادت نافلہ
کو بعذر ترک فرمانا مواظبت حکمی ہے وكل نفل واظب عليه النبي ولو حكما فهو سنة

[١] مخفی نرہے کہ ظاہر حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نے ترک جماعت سے عذر کیا ہے خاص تراویح کو
صاحب امداد السنہ نے بھی خاتمۃ الکتاب میں یہی تحریر کیا ہے اور غنیۃ المستملی کا قول بھی اسی کو
ثابت کرتا ہے ۱۲

موکدہ اور اس دلیل کی طرف بعض علمانے اشارہ بھی کیا ہے علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی مین جماعت تراویح کی سنیت بیان کرکے لکھا ہے ولما ہو سند ہم کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بمن اقتدی بہ بعض اللیالی وبین العذر فی ترک المواظبۃ علی ذلک وھو خوف الافتراض (الی ان قال) فقد ثبت انہ علیہ السلام صلاھا بالجماعۃ علی سبیل التداعی ولم یجرھا مجری سائر النوافل وانما عدم المواظبۃ لذلک العذر انتہی اور دوسری یہ دلیل ہے کہ جماعت تراویح پر باذن حضرت عمرؓ صحابہ کرام نے مواظبت فرمائی کما اخرجہ البخاری وابن حبان من حدیث عبد الرحمن بن عبد القاری اور اسی جماعت کے بارے مین قسطلانی نے لکھا ہے۔ قد روی ابن ابی شیبۃ فعلہ عن علی وابن مسعود وابی بن کعب وسوید بن غفلۃ وغیرھم وامر بہ عمر بن الخطابؓ واستمر علیہ عمل الصحابۃ رضی اللہ عنہم اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہے جیسا کہ پہلی فصل مین ثابت ہوا اور اسی وجہ سے علماے محققین جماعت تراویح کے سنت ہونیکی تصریح کرتے ہین فی **منحۃ السلوک** الجماعۃ فیہا ای فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ ھذا عند الجمہور حتی لو ترک اہل المسجد کلہم اساؤا انتہی وفی **مفاتیح الجنان** واما الجماعۃ فیہا فالصحیح انہا سنۃ علی الکفایۃ حتی لو ترکہا اہل المسجد کلہم فقد اساؤا انتہی **وفی النہر الفائق** وسن فی رمضان عشرون رکعۃ بجماعۃ وھو ظاہر فی انہا علی الاعیان وھو قول المرغینانی والصحیح الذی علیہ العامۃ انہا علی الکفایۃ حتی لو ترکہا کل اہل المسجد اثموا انتہی **وفی البحر الرائق** ان الصحیح انہا فی التراویح سنۃ علی الکفایۃ نص فی جوامع الفقہ علی انہا فیہا واجبۃ وھو غریب انتہی **وفی نور الایضاح** وصلوتہا بالجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ **وفی حاشیۃ شیخ الاسلام** علی شرح الوقایہ اعلم انہ لو ترک الجماعۃ

فی التراویح قال بعضہم یکون مسیأ وقال اکثرھم الجماعۃ سنۃ علی الکفایۃ
فان ترک اہل المسجد کلھم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی کمال الدرایۃ**
شرح مختصر الوقایہ وفی المحیط التراویح بالجماعۃ سنۃ فمن ترک التراویح بالجماعۃ
وصلاھا فی البیت فقد اساء عند بعضہم والصحیح ان اقامتہا بالجماعۃ سنۃ
علی الکفایۃ حتی لو ترک اہل المسجد کلھم اساؤا واثموا انتہی **وفی**
منیۃ المصلی واقامتہا بالجماعۃ سنۃ ایضا علی سبیل الکفایۃ حتی لو ترک
اہل المسجد کلہم الجماعۃ وصلوا فی بیوتہم فقد ترکوا السنۃ وقد
اساؤا فی ذلک انتہی **وفی منح الغفار** والجماعۃ فیہا سنۃ علی الکفایۃ
کما صححہ فی الخانیۃ والمحیط واختارہ فی الھدایۃ وھو قول اکثر المشایخ
علی ما فی الذخیرۃ وھو قول الجمہور کما فی بعض المعتبرات حتی لو ترک اہل
المسجد کلہم الجماعۃ فقد اساؤا انتہی **وفی الدر المختار** والجماعۃ فیہا
سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکہا اہل المسجد اثموا انتہی **وفی**
الطحطاوی قولہ سنۃ کفایۃ فی الاصح صححہ صاحب المحیط والغایۃ واختارہ
فی الھدایۃ وھو قول اکثر المشایخ رحمہ اللہ تعالی وقال ظاھرہ انہا سنۃ
کفایۃ فی کل مسجد والذی فی البحر والنہر حتی لو ترکہا اہل المسجد
اثموا بالتعریف اہ انتہی **وفی رد المحتار** افاد ان اصل التراویح سنۃ
عین فلو ترکہا واحد کرہ بخلاف صلوتہا بالجماعۃ فانہا سنۃ کفایۃ
فلو ترکہا الکل اساؤا الی ان قال والصحیح قول الجمہور انہا سنۃ کفایۃ
وتمامہ فی البحر انتہی **وفی الفتاوی البابریہ** اما جماعت در تراویح سنت
علی الکفایہ است تا آنکہ اہل مسجد ترک کنند گنہگار باشند انتہی ان عبارات سے
معلوم ہوا کہ جماعت تراویح بقول صحیح سنت مؤکدہ ہے جب بمقتضائے دلیل بھی ٹھہرا

اور قول جمہور بھی یہی قرار پایا تو جو لوگ قائل استحباب ہیں اُن کا قول قابل سماعت نہیں جس
طرح بعض وجوب کی طرف گئے ہیں اسی طرح بعض استحباب کے قائل ہوئے ہیں اس
قول کی تاویل کرکے یوں کہیں کہ [illegible] استحباب کی غرض [illegible]
محلہ کے لیے بھی یہ جماعت تراویح مستحب ہے [illegible] افضلیت [illegible]
تقدیر پر اس قول کا مآل وہی ہوگا [illegible]
بعید نہیں بلکہ یہی صحیح ہے [illegible]
محقق اور مبرہن ہوا کہ جماعت تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اس [illegible] تراویح [illegible] سنت مؤکدہ ہونا
اسطرح لازم آجائیگا کہ جماعت نماز کا ایک وصف [illegible] کما حققنا [illegible] فی بحث
الاداء والقضاء ونحن نترکہ لغرابۃ المقام واطناب الکلام اب اگر جماعت تراویح سنت
ہوا اور نماز تراویح مستحب ہو تو زیادتی وصف کی موصوف پر لازم آئیگی اور یہ باطل ہے [illegible] وجہ
یہ کہ حصول جماعت تراویح بدون نفس نماز تراویح کی ممکن نہیں اور اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ مالا
یتم الواجب الا بہ واجب اور جماعت تراویح سنت ہوا اور اس کی سنیت بغیر تراویح کی تمام
نہیں ہوتی تو لامحالہ تراویح بھی سنت ہوگی[لہ] اور اسی کی موید ہے یہ قاعدہ اصولیین
کا ہے ان لازم الواجب واجب کذا قال فاضل البہاری فی حاشیۃ المسلم
اور اس قاعدہ سے فقہا نے بہت سے مسائل متفرع کئے ہیں چنانچہ دو مسئلے یہاں نقل کئے جاتے ہیں
اول یہ ہے فی شرح الوقایۃ لما کانت القراءۃ فی القعدۃ الاولی واجبۃ کانت القعدۃ
الاولی واجبۃ ایضا لا سنۃ انتہی یعنی جب پڑھنا قعدہ اولی میں واجب ہوا تو

لہ اس واسطے کہ قاعدہ مذکورہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ متمم کا مرتبہ متمم سے کم نہیں ہو سکتا پس جب نفس تراویح
جماعت تراویح کی متمم ہے تو اس کا مرتبہ جماعت سے کم نہیں ہو سکتا اگر جماعت سنت مؤکدہ ہے تو تراویح بھی سنت
مؤکدہ ہوگی کیونکہ تراویح کا واجب و فرض ہونا تو باطل ہے پس اگر سنت مؤکدہ بھی نہ ہو تو مرتبہ وصف
مرتبہ جماعت سے کم ہو جائے گا اور بعض فقہا کا یہ قول [illegible] کا واجب اور واجب کا سنت ہونا
ہے کسی طرح لائق قبول نہیں اس واسطے محققین فقہا نے بھی اس کو رد کیا ہے کما
لا یخفی علی الناظر ۱۲ منہ

قعدہ اولی ہی واجب ہوگا سنئے دوسرا یہ کہ فی الطحطاوی القعود الذی بعد
سجود السہو واجب لا فرض لان التشہد لا یکون الا فی القعدة ومعلوم ان
التشہد یستلزم القعدة وہی واجبة انتہی کذا فی رد المحتار یعنی قعدہ بعد
سجدہ سہو کے واجب ہے فرض نہیں کیونکہ سجدہ سہو تشہد جانا یا قعدہ نہیں کیا اور
ظاہر ہے کہ تشہد مستلزم قعدہ کو ہے پس قعدہ واجب ہوا دلیل سوم صفت تراویح
واضح ہو کہ نماز تراویح کا بعینہ تہجد ہونا یا غیر ہونا مختلف فیہ ہے بعض عینیت کے قائل ہیں
اور بعض غیریت کے قول ثانی محقق اور مدلل معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ تہجد وہ نماز ہے کہ
بعد سونے کے پڑھی جاوے چنانچہ اُس کے معنی اس پر شاہد ہیں شیخ زادہ نے تفسیر
بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے والمعروف من کلام العرب ان الہجود عبارة عن
النوم بالليل يقال ہجد فلان اذا نام بالليل ثم رأينا فی عرف الشرع انہ
يقال لمن انتبه بالليل من نومہ وقام الى الصلوة انہ متہجد فوجب ان
يقال سمی ذلک متہجدا من حيث انہ القى الہجود عن نفسہ انتہی اور الیاسی
شیخ سلیمان الجمل تفسیر فتوحات الٰہیہ میں لکھتے ہیں اور تفسیر مدارک میں ہے والتہجد
هو القيام من النوم وروى هذا عن علقمة والاسود وعليه اكثر المفسرين انتہی
اور المظہری تفسیر میں ازہری کا قول نقل کرتے ہیں ما قالہ الازہری فانہ توسط فی
تفسیر ہذا اللفظ وقال المعروف فی کلام العرب ان الہاجد هو النائم
ثم رأينا فی عرف الشرع يقال لمن قام من النوم الى الصلوة انہ متہجد
فوجب ان يحمل ہذا على انہ سمی متہجدا لالقائہ الہجود عن نفسہ انتہی
اور علامہ ابو سعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں فتہجد بہ ای ازل والق
الہجود ای النوم فان صيغة التفعل تجیٔ للازالة کالتحرج والتحنث و
التأثم ونظائرہا انتہی یہ نقول اس امر پر شاہد ہیں کہ تہجد وہ نماز ہے کہ سونے

بعد پھر اُٹھکر پڑھی جاے اور یہی تحقیق علامہ ابن عابدین نے رد المحتار مین کی ہے اوسکی عبارت یہ ہے قال فی البحر فمنها ما فی صحیح مسلم مرفوعا افضل الصلوۃ بعد الفریضۃ صلوۃ اللیل وروی الطبرانی مرفوعا لابد من صلوۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوۃ العشاء فهو من اللیل وهذا یفید ان هذه السنۃ تحصیل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء قبل النوم الخ قلت قد صرح ذلک فی الحلیۃ ثم قال فیها بعد کلام ثم غیر خاف ان صلوۃ اللیل المحثوث علیها هی التهجد وقد ذکر القاضی حسین من الشافعیۃ انه فی الاصطلاح التطوع بعد النوم وایّد بما فی معجم الطبرانی من حدیث الحجاج بن عمرو رضی الله عنه قال یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد انما التهجد المرأ یصلی الصلوۃ بعد رقدۃ غیر ان فی اسناده ابن لهیعۃ وفیه مقال لکن الظاهر رجحان حدیث الطبرانی الاول لانه تشریع قولی من الشارع صلی الله علیه وسلم بخلاف هذا وبه اشتفی ما عن احمد من قوله قیام اللیل من المغرب الی طلوع الفجر اقول الظاهر ان حدیث الطبرانی الاول بیان لکون وقته بعد صلوۃ العشاء حتی لو نام ثم تطوع قبلها لا یحصل السنۃ فیکون حدیث الطبرانی الثانی مفسرا للاول وهو اولی من اثبات التعارض والترجیح لان فیه ترک العمل باحدهما ولانه یکون جاریا علی الاصطلاح ولانه المفهوم من اطلاق الآیات والاحادیث ولان التهجد ازالۃ النوم بتکلف مثل تأثم ای تحفظ عن الاثم نعم صلوۃ اللیل اعم من التهجد وبه یجاب عما ورد علی قول الامام احمد هذا ما ظهر لی والله اعلم انتهی جب یہ ثابت ہوا کہ نماز تہجد وہ ہے کہ بعد سونے کے پڑھی جاتی ہے اور تراویح مین یہ قید نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ دونون نمازین متغایر ہین اور تراویح مین اس قید کا نہونا اس وجہ سی ہے کہ حضرت کا اور صحابہ کرام کا اس نماز کو اول شب مین

پڑھنا ثابت ہی چنانچہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سی روایت ہی وقال صمنا مع رسول صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا حتی بقی سبع من الشهر فقام بنا حتی ذهب ثلث الليل ثم لم يقم بنا في السادسة فقام بنا في الخامسة حتى ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله لو نفلتنا بقية ليلتنا هذه قال انه من قام مع الامام حتى ينصرف كتب الله له قيام ليلة ثم لم يقم بنا حتى بقي ثلث من الشهر فقام بنا في الثالثة وجمع اهله ونسائه حتى تخوفنا ان يفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور رواه ابوداؤد والنسائي وابن ماجة واحمد وقال الترمذي هذا حديث صحيح اور دوسری روایت ابو طلحہ سے اسطرح ہی قال سمعت النعمان بن بشير على منبر حمص يقول قمنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في شهر رمضان ليلة ثلث وعشرين الى ثلث الليل الاول ثم قمنا معه ليلة خمس وعشرين الى نصف الليل ثم قمنا ليلة سبع وعشرين حتى ظننا ان لا ندرك الفلاح رواه النسائي الخ

ان دونوں روایتوں سی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اول شب مین قیام رمضان کرنا ثابت ہوا اور صحابہ کا اول شب مین پڑہنا تو مشہور و معروف ہی صحیح بخاری مین بھی اس کی روایت موجود ہی اسلئے اُس کی نقل کی حاجت نہین اگر کسی کو یہ شک ہو کہ ظاہر ان روایتوں سی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض شب حضرت نے صبح تک بھی نماز پڑھی۔ اور یہ نماز تو تہجد کے غیر تھی اس سی تہجد کا ترک کرنا باوجود فرض ہونے کے لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہی کہ یہ اعتراض اس تقدیر پر ہی کہ تہجد کو منسوخ نہ مانا جائے اور ہمنے تو آئندہ اُس کی منسوخیت ثابت کی ہی پس ہمپر یہ اعتراض وارد نہین ہوتا اور اسی طرح ان فقہا کے قول سی مغائرت ظاہر ہوتی ہے جو نماز تہجد کو مندوبات سی قرار دیتے ہین اور تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہین جیسا کہ صاحب تاتارخانیہ اور غنیۃ المستملی وغیرہما کہ یہ صاحب نماز تہجد کو مستحب اور تراویح کو سنت مؤکدہ کہتے ہین اور اسی طرح امام ابن ہمام کے قول سی

مغایرت ثابت ہوتی ہے کیونکہ امام موصوف تراویح کی آٹھ رکعت کو بلا تردد سنت کہتے ہیں
اور تہجد کی سنیت میں متردد ہیں چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں وقد تردد المحقق فی
فتح القدیر فی کونہ سنۃ او مندوبا الخ اگر تراویح اور تہجد ایک ہی تھی تو ایک میں
تیقن اور ایک میں تردد کے کیا معنی اور خاتم المحدثین رئیس المفسرین آیۃ من آیات اللہ مولانا
شاہ عبد العزیز بن شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہما نے بھی یہی فرمایا ہے اور انکا قول ہے

پس وجہ تطبیق درمیان این روایات کہ صریح دلالت بر زیادت کمی و کیفی نماز آنحضرت در
رمضان بر غیر آن می کنند و دران روایت کہ نفی زیادت میکند ہمین ست کہ آن روایت محمول
بر نماز تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکسان بود و غالبا بعد یازدہ رکعت مع الوتر میرسید
دلیل برین حمل آنست کہ راوی این حدیث کہ ابو سلمہ است در تتمہ این روایت میگوید کہ
قالت عائشۃ فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنام قبل ان توتر قال
یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم و ظاہر است کہ نوم
قبل از وتر در نماز تہجد متصور میشود نہ در غیر آن و روایات زیادت محمول بر نماز تراویح است

کہ در عرف آن وقت بقیام رمضان مسمی بود انتہی پس جب ثابت ہوا کہ نماز تراویح نماز تہجد
کی غیر ہے تو ظاہر ہوا کہ یہ نماز نفل تھی کیونکہ بعد نماز عشا تا طلوع صبح صادق ماسوا تہجد کے
کسی کے نزدیک آنحضرت پر اور کوئی نماز فرض نہیں ہوئی تھی اور تحریر سابق سے مواظبت بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح پر ثابت ہے اور جس عبادت نافلہ پر حضرت مواظبت
فرمائیں وہ سنت مؤکدہ ہوتی ہے پس تراویح سنت مؤکدہ ہوئی اور اگر تراویح کو عین تہجد
مانیں اور بقول محقق فرضیت تہجد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ قرار دیں جب
بھی ہمارا مدعا ثابت ہے اگرچہ اصول میں حنفیہ کا یہ مسلک نہیں ہے مگر مقتضا سے دلیل یہی
ہے کہ جسطرح فرضیت تہجد امت سے منسوخ ہو گئی اسیطرح آنحضرت سے بھی منسوخ ہونی چاہیے
اور اسی وجہ سے محققین حدیث حضرت عائشہ کے تحت میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث [illegible]

کہ فرضیت اس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہوگئی وہ حدیث یہ ہے سعد بن ہشام
کہتے ہیں فقلت انبئینی عن قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت الست
تقرأ یا ایہا المزمل قلت بلی قالت فان اللہ عز وجل افترض قیام اللیل فی اول
هذه السورة فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسک
اللہ خاتمتہا اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ فی آخر هذه السورة
التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ الحدیث رواہ مسلم اور نووی شارح مسلم
اور بیچ شرح مسلم کے کہتے ہیں قولها فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ هذا
ظاهره انه صار تطوعا فی حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامۃ فاما
الامۃ فهو تطوع فی حقہم بالاجماع واما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاختلفوا
فی نسخہ فی حقہ والاصح عندنا نسخہ واما ما حکاہ القاضی عیاض عن بعض
السلف انہ یجب علی الامۃ من قیام اللیل ما یقع علیہ الاسم ولو قدر حلب
شاۃ فغلط ومردود باجماع من قبلہ مع النصوص الصحیحۃ انہ لا واجب الا
الصلوات الخمس انتہی اور محلی شرح مؤطا میں ہے قد اختلف فی صلوۃ اللیل فذهب
طائفۃ الی انہا فرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہ کلام الاصولیین
من الحنفیۃ وبہ قال اکثر الشافعیۃ تمسکا بقولہ تعالی قم اللیل الا قلیلا و
قال طائفۃ بقولہ تعالی ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک وصحح النووی النسخ
عنہ فیہا کما نسخ عن الامۃ ونقلہ الغزالی عن نص الشافعی وقال الاولون
المراد بالنافلۃ الزائدۃ علی ما فرض علی غیرہ لک وربما یعطی التقیید المجری ما
ذلک لکن فی مسلم وابی داؤد عن عائشۃ ان اللہ افترض قیام اللیل فی اول
هذه السورۃ یعنی المزمل فقام صلی اللہ علیہ وسلم حولا وامسک اللہ خاتمتہا
اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ تعالی فی آخر هذه السورۃ التخفیف

فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضة فهذا المقتضی نسخ وجوبه عنه انتہی - اور
امام ابن ہمام نے فتح القدیر مین اس حدیث کے تحت مین لکھا ہے فهذا یقتضی انه
نسخ وجوبه عنه انتہی اور فاضل زرقانی نے شرح موطا مین لکھا ہے ما جاء فی
صلوة اللیل من افضل نوافل الخیر المستحبة المرغب فیها الی ان قال واختار
ابن عبد البر انه سنة المواظبة علیه صلی الله علیه وسلم قال وقول قوم انها
واجبة علیه لا وجه له بقوله ومن اللیل فتهجد به نافلة لک ای فضیلة انتہی
اور علامہ شامی نے حاشیہ شامیہ مین بیان صلوة اللیل مین ابن ہمام کے قول کا ملخص یون
بیان کیا ہے لکن صحیح ما فی مسلم وغیره عن عایشة انه کان فریضة ثم
نسخ هذا خلاصة ما ذکره ومفاده اعتماد السنیة فی حقها لانه صلی الله
علیه وسلم واظب علیه بعد نسخ الفریضة ولذا قال فی الحلیة والاشبه
انه سنة انتہی یہان سے معلوم ہوا کہ محققین حنفیہ مقر ہین اسبات کے کہ مقتضا اس
حدیث کا یہی ہے کہ فرضیت تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوخ ہو گئی اور حضرت
عبد اللہ بن عباس رض بھی اسیکے قائل ہین امام رازی تفسیر کبیر مین تحریر کرتے ہین قال
ابن عباس ان قیام اللیل کان فریضة علی رسول الله بقوله قم اللیل
وظاهر الامر للوجوب ثم نسخ واختلفوا فی سبب النسخ علی وجوه الخ[۵] اور
یہ بات کسی طرح ثابت نہین ہوئی کہ امت سے منسوخ ہو جاے اور آنحضرت پر باقی رہے
جو وجوہ علمانے تہجد کے منسوخ ہونے مین نقل کئے ہین ان ہین سے کوئی وجہ ایسی نہین ہے
کہ خصوصیت امت کی سمجھی جاے الحاصل کسی دلیل سے منسوخ نہونا تہجد کا آنحضرت سے معلوم

---

۵ اور یہی مرضی میر والا جاہ صاحب نیل المرام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ نیل المرام مین لکھتے
ہین والاولی القول بنسخ قیام اللیل علی العموم فی حقه صلی الله علیه و
سلم وفی حق امته ولیس فی قوله فاقرءوا ما تیسر ما یدل علی بقاء
شیء من الوجوب الخ ۱۲ منه

نہین ہوتا بلکہ آیت وحدیث اور اقوال علماے منسوخیت ثابت ہوتی ہے اقوال علما اور حدیث
کا ذکر تو اوپر گذرا اور آیت قرآنی یہ ہے فتہجد بہ نافلۃ لك اور اگر نافلۃ لک کی معنی
یہ ہوتے کہ فریضۃ زائدۃ علی فرائضك تو چاہیے تھا کہ علیك ہوتا لك نہوتا
چنانچہ امام بغوی لکھتے ہین وذھب قوم الی ان الوجوب صار منسوخا فی حقہ کما فی
حق الامۃ فصارت نافلۃ ھو قول مجاھد وقتادۃ لان اللہ تعالی قال نافلۃ
لك ولم یقل علیك انتہی اب مین باتباع صاحب امداد کہتا ہون کہ اگرچہ نسخ فرضیت
قول جمہور نہو بلکہ قول بعض ہو مگر چونکہ مقتضاے دلیل یہی ہے لہذا ہم اسی کو اختیار کرتے ہین
صاحب امداد العوی نے صفحہ ۱۴ مین لکہا ہے اصل ہشتم یہ ہے کہ معیار مسائل دینیہ اصول شرع
ہین نہ قول اکثر الخ الحاصل تراویح کو عین تہجد کہیے یا غیر سنت ہونا اوسکا بمقتضاے مواظبت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوا اس دلیل مین مواظبت صحابہ کو اصلا دخل نہین ہے اگر
بالفرض مواظبت صحابہ موجب سنیت نہو تو بھی تراویح کے سنت ہونے مین کچھ شک نہین

فصل سوم در اثبات سنت بست رکعت تراویح

نفس تراویح کا سنت ہونا تو بدلائل واضحہ مبرہن ہوگیا اب بعونہ تعالی بیس رکعت
کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت کیا جاتا ہے واضح ہو کہ عدد بیس رکعت کا تراویح مین اسلیے سنت
ہے کہ مواظبت بنفسہ صحابۂ کرام کی باذن خلفاے راشدین اس عدد پر ثابت ہے اور اجماع صحابہ
اسی عدد پر قرار پایا ہے اور یہی عدد سلف سے خلف تک معمول بہ اور مختار رہا چنانچہ کتب حدیث
وفقہ مین مصرح ہے اور جن فقہانے دلیل سنیت اجماع صحابہ قرار دی ہے اور کہا ہے التراویح
سنۃ مؤکدۃ باجماع الصحابۃ اونکی غرض یہی ہے کہ باتفاق صحابہ تراویح پر دوام اور
قرار رہا اور مواظبت صحابہ موجب سنیت ہے جیسا کہ شروع کتاب مین کماحقہ ثابت ہوچکا
اُن کی غرض یہ نہین ہے کہ تمام صحابہ نے تراویح کو سنت مؤکدہ کہا ہے جیسا کہ ہمارے بعض

معلوم ہوتے ہیں آپ یہاں سے احادیث صحیحہ اور اقوال علماے کبار منقول ہوتے ہیں جن سے میرے دعوی کا ثبوت کما ینبغی روشن ہو جائیگا **الاحادیث الصحیحہ منہا** ما فی مصنف ابن ابی شیبۃ عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس بالمدینۃ عشرین رکعۃ **وایضًا** فیہ عن عطاء قال ادرکت الناس یصلون ثلث وعشرین رکعۃ بالوتر **وایضًا** فیہ عن ابی البختری انہ کان یصلی خمس ترویحات فی رمضان باللیل بعشرین رکعۃ ویوتر بثلاث ویقنت قبل الرکوع **وایضًا** فیہ عن عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ **ایضًا** فیہ ان علیا امر رجلا یصلی بہم فی رمضان عشرین رکعۃ **منہا** ما رواہ البیہقی فی معرفۃ السنن باسناد صحیح عن عبد الرحمن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ وکان علی یوتر بہم **وعن السائب** بن یزید انہم کانوا یقومون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وفی عہد عثمان وعلی مثلہ **منہا** ما رواہ المالک فی الموطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلاث وعشرین رکعۃ انتہی ان آثار سے بخوبی واضح ہوا کہ صحابہ کرام کے عہد برکت مہد میں بیس رکعت تراویح کا معمول تھا اور خلفاے راشدین میں سے حضرت فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اسی کا امر فرمایا پس بموجب فصل اول یہی عدد مسنون ٹھہرا اور اسکا تاکد ثابت ہوا وہو المدعی **اقوال الفقہاے والمحدثین** ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل کرکے لکھا ہے ولم یذکر فی ہذا الحدیث عدد الرکعات التی کان یصلی بہا ابی والمعروف وہو الذی علیہ الجمہور انہ عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وذلک خمس ترویحات کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین غیر الوتر وہو ثلث رکعات وفی سنن البیہقی باسناد صحیح کما قال ابن العراقی

فی شرح التقریب عن ابن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ
فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ وروی مالک فی الموطاء الخ وفی روایۃ
احدی عشر رکعۃ وجمع البیہقی بینہما بانہم کانو یقومون باحدی عشرۃ
رکعۃ ثم بعشرین واوتر وابثلاث وقد عدد اما وقع فی زمن عمرؓ
کالاجماع انتہی ابن عبد البر نے شرح مؤطا میں روایت گیارہ رکعت تراویح کی نقل
کرکے لکھا ہے وروی غیر مالک فی ھذ الحدیث احد وعشرون وھو الصحیح
ولا اعلم احدا قال فیہ احدی عشرۃ الا مالکا ویحتمل ان یکون ذلک
اولا ثم خفف عنہم طول القیام ونقلہم الی احدی وعشرین الا ان الاغلب
عندی ان قولہ احدی عشرۃ وھم انتہی اور محلی شرح مؤطا میں روایت
یزید بن رومان کے بعد لکھا ہے قال البیہقی والثلث ھو الوتر ولا ینافیہ الروایۃ
السابقۃ احدی عشرۃ رکعۃ فانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی عشرین
فانہ المتوارث انتہی اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیس رکعت کی روایت
مؤطا اور بیہقی سے نقل کرکے لکھا ہے قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی
المؤطا روایۃ باحدی عشرۃ رکعۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر
الامر علی عشرین فانہ المتوارث انتہی عینی شرح کنز میں ہے ولنا ما رواہ
البیہقی باسناد صحیح کانو یقومون علی عہد عمر بن الخطابؓ بعشرین رکعۃ
وعلی عہد عثمانؓ وعلیؓ مثلہ فصار اجماعا **قال العلامۃ الحلبی فی شرح**
منیۃ المصلی ان التراویح عندنا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات وھو
مذہب الجمہور وعند مالک ستۃ وثلثون رکعۃ احتجاجا بعمل اہل
المدینۃ وللجمہور ما رواہ البیہقی عن السائب بن یزید الحدیث وفی
المغنی عن علیؓ انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ

قال وهذا كالاجماع انتهى اور كفاية الشعبى مين هى الامام اذا تم التراويح
بعشر تسليمات وقام وشرع فى الحادى عشر على ظن انها عاشر ثم علم ان زيادة
فالواجب عليه وعلى القوم ان يفسد وانهم يقضون وجدنا الان الصحابة جمعوا
على هذا المقدار فالزيادة عليه محدث وكل محدث بدعة ضلالة وكل
ضلالة فى النار انتهى اركان اربعه مين هى وموا ظبة الصحابة على عشرين
قرينة صحة ذلك انتهى ما ثبت بالسنة مين هى والذى استقر عليه الامر
واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهم هو اشتهر من انتهى — اور
ايسا هى شيخ نے فتح المنان مين لكها هى كشف الغمة مين هى وكانوا يصلونها
فى زمان عمر رضى الله عنه ثلاث عشرة ركعة وكان يقرأ بالمئين من الايات
حتى كان الناس يعتمدون على العصا من طول القيام وكان امامهم ابى بن كعب
وتميم الدارى ثم ان عمر رض امر بفعلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلاث منها وتر
واستقر الامر على ذلك انتهى طحطاوى نے حاشيه مراقى الفلاح مين لكها هى وانما
ثبت العشرون بمواظبة خلفاء الراشدين ما عدا الصديق رض الى ان قال
وروى ابو نعيم من حديث عروة الكندى ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال ستحدث بعدى اشياء فاحبها الى ان يلتزموا
ما احدث عمر رض انتهى ان روايات سے ظاہر اور ہويدا ہے كہ بيس ركعت تراويح
پر عمل صحابہ قرار پايا اور خلفائے ثلاثہ كے عہد بركت مہد مين بھی عدد معمول ہے
رہا البتہ حضرت عمر رض نے اولاً گيارہ ركعت كا امر فرمايا تھا مگر بعد اس كے بيس ركعت
كا حكم ديا اور اسی پر صحابہ كو دوام رہا پھر نہ كسی صحابی سے گيارہ پڑھنا منقول ہے اور
نہ حضرت عمر رض كا امر فرمانا اور نہ كسی خليفہ كا بلكہ حضرت علی رض نے بھی بيس ركعت كا امر
فرمايا چنانچہ بروايت ابن ابی شيبہ اور بيہقی سے معلوم ہوا سو يہ بھی بطور جمہور كے

ہی ورنہ ابن عبد البر گیارہ کی روایت کو مستند نہیں کہتا اُس کے نزدیک زمانۂ خلفائے
ثلاثہ میں بیس ہی پڑھی گئیں گیارہ ثابت ہی نہیں بلکہ وہم راوی ہی چنانچہ شرح مؤطا سے قول
ان کا نقل کیا گیا اور ہو سکتا ہی کہ جمہور کے نزدیک بھی اس روایت کا وہم مسلم ہو اور تطبیق بنا
اس روایت کا بیس رکعت کی روایت سے بھی اور بر تسلیم عدم وہم ہو اس تقدیر پر ابن عبد البر
کا قول مطابق جمہور ہو جائیگا الحاصل جب صحابۂ کرام کی مواظبت اس عدد پر پائی گئی تو یہ
عدد خاص سنت مؤکدہ ہوا باقی رہا یہ امر کہ مواظبت خلفائے راشدین ثابت ہی یا نہیں
اُس کا حال یہ ہی کہ روایات مذکورۂ بالا سے مواظبت بنفسہ صراحۃً اگرچہ مفہوم نہیں ہوتی
اور نہ عدم مواظبت اس عدد معین پر روایت سے ثابت ہو مگر قرائن میں بنظر انصاف غور
کرنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ اسی عدد پر مواظبت فرماتے ہوں گے کیونکہ
جب حضرت کی ترغیب بلیغ اور مواظبت حکمی تراویح پر ثابت ہی تو خلفائے راشدین لامحالہ
مواظبت فرماتے ہوں گے اور جب بیس رکعت کا امر فرمانا بعض خلفا کا اور کسی کا اختلاف
ثابت نہونا ثابت ہی تو ظاہر ہے کہ جس عدد کا امر فرمایا ہے اُسی پر بنفس نفیس عمل کرتے ہونگے
کیونکہ اپنے حکم کے خلاف عمل کرنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہی خصوصاً اُس وقت میں کہ تعداد
رکعت میں قیاس کو دخل نہو بلکہ سماع پر موقوف ہو اور اگر بسبب کسی عذر و مصلحت کے نکرتے
ہوں تو امر آخر ہی اور بالفرض خلفائے راشدین کی مواظبت بنفسہ ثابت نہ سہی مگر مواظبت
صحابۂ کرام باذن خلفائے راشدین تو روایات مذکورہ سے ثابت ہی پس اسقدر ہمارے ثبوت
مدعا کے لئے کافی ہی کیونکہ فصل اول میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ مطلق مواظبت موجب سنیت
ہی خواہ مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا خلفائے راشدین اور مواظبت بالاذن
ہو یا بنفسہ ہو **تنبیہ** تقریر مذکورہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت تراویح کا سنت
ہونا مواظبت صحابہ سے ثابت ہوا نہ مواظبت رسول اللہؐ سے مگر نظر دقیق اور فکر صائب
اس بات کی شاہد ہی کہ اس تقریر سے صرف مواظبت خلفا یا صحابہ ہی ثابت نہیں ہوئی بلکہ

مواظبت رسول اللہ بھی ثابت ہوئی گرچہ کسی طرح کی مواظبت ہو یہ قرینہ ہو سکتا ہے اُس حدیث
کی صحت کا جو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے جس سے
بیس رکعت تراویح رسول اللہ کا پڑھنا ثابت ہے وہ حدیث ہے کان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر مگر
بیہقی نے اس کی تضعیف کی ہے کیونکہ ایک راوی اُسکا جد ابوبکر بن ابی شیبہ نقادین
حدیث کے نزدیک مجروح ہے راقم الحروف کہتا ہے کہ اس روایت کا من حیث الاسناد
مجروح ہونا مسلم من حیث الدرایہ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحابہ کا اتفاق
اور خلفا کا ارشاد اس بات کا مقتضی ہے کہ مضمون حدیث صحیح ہو اور اُسکی دو وجہ ہیں
اول یہ کہ تتبع حالات صحابہ سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام علی الخصوص حضرت عمرؓ کو احداث
بدعت میں نہایت احتیاط تھی بلا ضرورت دینی کوئی امر ایجاد نہیں کرتے تھے بلکہ جو کوئی
نئی بات اختیار کرتا تو اُس سے بزجر و توبیخ پیش آتے تھے اور اس امر کی تحقیق قدوۃ المحققین
مولوی بشیر الدین صاحب نے غایۃ الکلام میں کی ہے میں چند روایتیں بطور شاہد یہاں نقل
کرتا ہوں عن ابی بکرن الصدیقؓ فی جمع المصحف قال قلت لعمر کیف تفعل شیئا
لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال عمر ھذا واللہ خیر فلم یزل
یراجعنی حتی شرح اللہ صدری لذلك ورایت فی ذلك الذی رای عمر رواہ
البخاری وھکذا عن زید بن ثابت وعن علیؓ انہ خرج الی المصلی فرای قوما
یصلون فقال ماھذہ الصلوة التی لم نعهدها علی عهد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اخرجه ابن محمود الموصلی فی الاختیار واخرج ابن السمعانی
فی المجمع ان رجلا یوم العید اراد ان یصلی قبل صلوة العید فنهاہ علیؓ فقال
الرجل یا امیر المؤمنین انی اعلم ان اللہ تعالی لا یعذب علی الصلوة فقال
علیؓ انی اعلم ان اللہ تعالی لا یثیب علی فعل حتی یفعله رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم او بحث علیہ فیکون صلوتک عبثا والعبث حرام فلعلہ تعالی یعذبک
لمخالفتک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **واخرج الترمذی** فی جامعہ عن
ابن عبد اللہ المغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم
فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ الحدیث
وایضا اخرج الترمذی فی جامعہ عن عمارۃ بن رویبۃ وبشر بن مروان
یخطب فرفع یدیہ فی الدعاء فقال عمارۃ قبح اللہ ھاتین الیدیتین القصیرتین
لقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یزید علی ان یقول ھکذا
واشار ھشیم بالسبابۃ اب مقام غور ہے کہ حضرت عمرؓ جمع قرآن کے لئے فرمائین
جو نہایت امر اہم اور ضروری تھا اور صدیق اکبرؓ اُس سے انکار کرین اور فرمائین کہ جو کام
رسول اللہ نے نہین کیا ہم کیسے کرین اور جب زید بن ثابت سے کہا گیا اُنہون نے بھی
انکار کیا اور یہی جواب دیا جیسا کہ روایات صحیحہ مین آیا ہے پھر حضرت عمرؓ نے بیس
رکعت تراویح کا امر فرمایا باوجودیکہ یہ کوئی امر اہم اور ضروری نہ تھا مگر کسی نے نہ کہا
کہ ہم کیسے اُس کام کو کرین جسے رسول اللہ نے نہین کیا بلکہ اُن کے امر کو تسلیم کیا
اسی طرح حضرت علی نے اُس نماز سے منع فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثابت نہ تھی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا یعنی یہ جو تو نماز پڑھتا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہین پڑھی ایسا نہو کہ اللہ تعالی تجھپر عذاب کرے کیونکہ تو وہ
فعل کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین کیا اور یہی حضرت علیؓ ہین کہ بیس رکعت کا
امر فرماتے ہین پھر کیونکر خیال مین آسکتا ہے کہ یہ اکابر بلا ضرورت فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو ترک کرکے ایک نئی بات اختیار کرتے الحاصل اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بیس رکعت
کی سند صحابہ کرام کو پہونچی ہوگی جس سبب سے تمام صحابہ نے اسکو قبول کیا اور اجماع سکوتی اسپر

پایا گیا کیونکہ کسی صحابہ سے انکار بیس رکعت پر منقول نہین گرچہ وہ روایت ہمکو نہ پہونچی اور جو
پہونچی وہ بسبب ضعف راوی کے کہ وہ راوی قطعاً صحابہ کے وقت مین نہ تھا مرتبہ صحت سے گرگئی
اگر یہی روایت غیر صحیحہ قرن اول مین صحیح ہو تو کچھ بعید نہین عدم صحت اصطلاحی عدم صحت واقعی کو
مستلزم نہین کما ہو مصرح فی الاصول دوسری وجہ یہ ہی کہ تعیین رکعات بغیر سند ہرگز نہین
ہو سکتی اور اس مین رائے کو دخل نہین فتح المنان مین ایک نکتہ حلیمی سے بیس رکعت مقرر ہونیکا
نقل کر کے لکھا ہی ولا یذہب علیک ان تقدیر الاعداد من غیر سنۃ من جانب
الشارع لا یجوز بمثل ہذہ النکتۃ التی ذکرہا الحلیمی فالظاہر انہ قد ثبت عندہم
صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما جاء فی حدیث ابن عباس فاختارہ عمر انتہی
یہ مقدمہ بھی صاحب امداد کی مسلمات مین سے ہی چنانچہ امداد السنہ کے صفحہ ۴۸ مین لکھتے ہین کہ
تعیین عدد رکعات توان چیزون مین سے ہی کہ قیاس کو اس مین مدخل نہین حسب قدر شارع سے ثابت
ہی زیادت اور کمی اس پر روا نہین انتہی اس وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے
امر تراویح مین جو کچھ فرمایا وہ اُن کی ایجاد نہین بلکہ مستند بہ سنت ہی فی رد المحتار[1] ذکر فی الاختیار
ان ابا یوسف سال ابا حنیفۃ عنہا وما فعل عمرؓ فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم
یتخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم یکن فیہ مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہی وہکذا فی البحر الرایق وتعالیق الانوار
وغیرہ الحاصل جب یہ معلوم ہوا کہ بیس رکعت صحابہ کا پڑھنا بغیر سند کے نہ تھا اور زیادت اور
کمی عدد رکعات بدون سند نہین ہو سکتی تو ثابت ہوا کہ مضمون حدیث ابن عباس صحیح ہے

---

[1] اس عبارت مین گرچہ کوئی عدد مذکور نہین مگر ظاہر ہے کہ تراویح مین جس امر کی نسبت حضرت عمر کیطرف
کی جاتی ہے وہ درحقیقت عدد سے نسبت رکھتا ہی کیونکہ ثبوت نفس تراویح روایات صحیحہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی پھر اس مین ابو یوسف رح کا یہ سوال کہ ما فعلہ عمر اور امام صاحب
کا جواب مذکور محض لعب ہی البتہ عدد بیس رکعت کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بظاہر
نہین ہی اس مین یہ سوال
وجواب ہو
سکتا ہی ۱۲
منہ

فهو المقصود اور اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی وجہ تطویل و تخفیف قرأت نہین ہے جیسا کہ بعض لکھتے ہین گو یہ قول بعض معتبرین کا بھی ہے مگر بنظر دلیل قابل اعتبار نہین کیونکہ اس توجیہ کا مآل یہ ٹھہرتا ہے کہ زیادت اور کمی رکعات امر اختیاری تھا جب چاہتے کم کرتے اور جب چاہتے زیادہ کرتے اور اوپر ثابت ہوا کہ زیادت اور کمی رکعات کی بغیر سند کے نہین ہو سکتی پس وہ توجیہ جو بیہقی سے اوپر منقول ہوئی صحیح نہین ہو سکتی البتہ یہ امر ممکن ہے کہ بسبب مشقت اور بلحاظ تکلیف مصلیون کے بعد بڑھجانے رکعات کے صحابہ نے قرأت مین تخفیف کر دی ہو یہ نہین ہو سکتا کہ تخفیف قرأت موجب ہو زیادت رکعات کا بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے اور روایت چھتیس کی حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے غیر مشہور ہے جیسا کہ فتاوی قاضیخان وغیرہ مین لکھا ہے اور کسی روایت صحیح سے خلفاے راشدین کا چھتیس پڑھنا یا حکم کرنا ثابت نہین ہے بلکہ بعض علما کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ چھتیس رکعت امر قدیم نہ تھا بعد واقعہ حرہ کے یہ عدد واسطے مساوات اہل مکہ کے اہل مدینہ نے ایجاد کیا اور یہی امر لائق اعتبار ہے اس وجہ سے کہ خود مالکیہ جن کے نزدیک یہ عدد مختار ہے اس کی

ذکر روایت چھتیس رکعت تراویح

تصریح کرتے ہین فی المنح الوفیة لشرح المقدمة العزیة فی فقه المالكية وقيام رمضان وهو ثلاث وعشرون ركعة بالشفع والوتر هذا الذی كان عليه الناس واصل القيام بعد النبی صلی الله علیه وسلم احدی عشر ركعة وهی صلوة النبی صلی الله علیه وسلم الا انهم كانوا يطيلون القراة ففی الموطا انهم كانوا يستعملون الخدم بالطعام مخافة الفجر ثم خففت القراة وزيد فی الركعات فجعلت ثلاثا وعشرين يقومون دون القيام الاول ثم جعلت بعد وقعة الحرة بالمدينة تسعا وثلثين انتهى ملخصا اور ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین ہے وقد قال المالكية كانت ثلاثا وعشرين ثم جعلت تسعا وثلثين ای بالشفع والوتر فيها الی ان قال وقد حكی الولی ابن العراقی ان والده الحافظ

لما ولی امامة المسجد المدینة احیی سنتهم القدیمة فی ذلک مع مراعاة
ما علیه الاکثر فکان یصلی التراویح اول اللیل بعشرین رکعة علی المعتاد ثم
یقوم اخر اللیل فی المسجد بستة عشر رکعة فیختم فی شهر رمضان ختمتین واستمر
علی ذلک عمل اهل المدینة فهم علیه الی الآن انتهی یہان سے ثابت ہوا
کہ صدر اول مین تراویح بیس رکعت تھین چنانچہ لفظ احیی سنتهم القدیمة کا اس امر پر صاف
دلالت کرتا ہے باقی رہا یہ امر کہ امام مالک نے چھتیس رکعت یا چالیس رکعت اختیار
کین اسکا جواب یہ ہے کہ مسلم نہین کہ امام موصوف کے نزدیک چھتیس رکعت تراویح
تھین بلکہ ہوسکتا ہے کہ تراویح وہی بیس رکعت ہون اور باقی رکعات نوافل زائدہ
محض واسطے اتباع اہل مدینہ کے پڑھتے ہون اور اس کو حنفیہ بھی منع نہین کرتے
فاضل حلبی نے غنیۃ المستملی مین لکھا ہے فان عادة اهل مكة ان یطوفوا بعد كل
اربع اسبوعا ویصلوا رکعتی الطواف وعادة اهل المدینة ان یصلوا
اربع رکعات وفیه ایضا وما احتج من عمل اهل المدینة لیس بحجة لانهم
یصلون فرادی بین کل ترویحتین اربع رکعات فی مقابلة طواف اهل مكة
اسبوعا بین کل ترویحتین وذلک غیر ممنوع علی ما مر والکلام فیما هو المشروع
سنة بالجماعة لا فیما عداه والله اعلم انتهی ماثبت بالسنة مین ہے
وقال مالک ویروی عن الشافعی ایضا انها ستة وثلثون مع الوتر فهو عمل
اهل المدینة خاصة وقالوا سبب ذلک ان اهل المكة یطوفون
بالبیت اسبوعا ویصلون رکعتی الطواف بین کل ترویحتین واهل المدینة
لما بعدوا من ادراک هذه الفضیلة صلوا بین ذلک اربع رکعات و
یسمونها السنة عشریة واستمر عادتهم علی ذلک الی الآن انتهی اور بعض
نے جو خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے وقت مین بعض سلف کا گیارہ رکعت پڑھنا نقل کیا ہے

سو وہ روایت ضعیف اور مخالف روایت صحیح کے ہے ضعف اُسکا شیخ دہلوی کی تحریر سے معلوم
ہوتا ہی چنانچہ ماثبت بالسنۃ مین لکھتے ہین و روی انہ کان بعض السلف فی عہد عمر بن
عبد العزیز یصلون باحدی عشرۃ رکعۃ انتہی شیخ کا اس روایت کو بصیغہ تمریض
بیان کرنا اور اُس کے بعد یہ کہنا والذی استقر علیہ الامر واشتہر من الصحابۃ
والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون انتہی صاف دلالت کرتا ہی کہ یہ روایت
ضعیف ہی اور امر قابل اعتبار یہی ہی کہ صحابہ اور تابعین کے وقت مین بیس رکعت پڑھی گئین
اور بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو ہمارے مدعا کے کچھ مضر نہین ہی ہم بیس رکعت کا
سنت ہونا فعل صحابہ سے بلکہ قول و فعل رسول اللہ سے ثابت کر آئے ہین اور یہی حال
اُس روایت کا سمجھنا چاہیے جو ابن ابی شیبہ نے داود ابن قیس سے روایت کی ہی کہ عمر
بن عبد العزیز کے وقت مین چھتیس رکعت پڑھی جاتی تھین اور ایسا ہی محمد بن نصر نے
قیام اللیل مین روایت کی ہی چنانچہ اس روایت کو صاحب امداد السنۃ نے صفحہ ۹
مین نقل کیا ہے الحاصل جب بیس رکعت کا سنت ہونا ثابت ہو گیا تو جن بزرگان
دین سے زیادت اور کمی اس عدد سے ہوئی ہے اُس مین حتی الوسع تاویل مناسب کیجائے
چونکہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا محقق اور مدلل ہی اسلیئے جمہور فقہا اس کی تصریح
کرتے ہین اور بعض نے اسکے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی اور جنہون نے لفظ مؤکدہ
کی اس مقام پر تصریح نہین کی ہی اونکی غرض بھی یہی ہی اور یہ امر اُن کے کلام متقدم
اور متاخر دیکھنے سے اظہر من الشمس ہوتا ہے مگر بنظر تحقیق اور انصاف دیکھا جاوے اور
قطع نظر قرائن عبارت کے بڑا قرینہ یہ ہی کہ تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا صحیح ہے
اور یہی قول محقق ہی لیس جب تک کوئی مانع قوی نہو اُن بعض کے کلام کو اسی پر
حمل کرنا چاہیئے جہ جائیکہ کوئی قرینہ مانعہ نہ ہو اور کلام سابق ولاحق اس معنی
کے معاون اور شاہد ہو اب یہان دو نقشہ لکھے جاتے ہین ایک مین اُن چند

کتابون کی عبارت منقول ہی جن مین تراویح کا سنت موکدہ ہونا مصرح ہے یعنی سنت کے ساتھ لفظ موکدہ کی قید زاید کردی ہی اور دوسرے مین وہ عبارتین جنمین سنت ہونے پر اجماع منقول ہے

اس نقشہ مین وہ روایتین مسطور ہین جنمین سنت مؤکدہ ہونا تراویح کا مصرح ہی

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	در مختار	التراویح سنۃ مؤکدۃ -
۲	تحفۃ الملوک	التراویح وھی سنۃ مؤکدۃ -
۳	منحۃ السلوک	والاصح انہا سنۃ موکدۃ -
۴	منح الغفار	التراویح سنۃ للرجال والنساء وھی سنۃ مؤکدۃ -
۵	جامع الرموز	وسن التراویح علی الصحیح للرجال والنساء سنۃ موکدۃ -
۶	غنیۃ المستملی	ومن السنن المؤکدۃ التراویح ثم قال وھی سنۃ مؤکدۃ -
۷	ملتقی الابحر	التراویح سنۃ مؤکدۃ فی کل لیلۃ من رمضان بعد العشاء قبل الوتر
۸	سراج الوہاج	والاصح انہا سنۃ مؤکدۃ -
۹	مراقی الفلاح	التراویح سنۃ وھی مؤکدۃ -
۱۰	ماثبت بالسنۃ	وھی سنۃ مؤکدۃ للرجال والنساء
۱۱	خزانۃ المفتین	التراویح سنۃ مؤکدۃ -
۱۲	فتاوی قاضیخان	التراویح سنۃ موکدۃ -
۱۳	خزانۃ الفتاوی	التراویح سنۃ ھو الصحیح من المذھب الی ان قال وفی الفتاوی سنۃ موکدۃ
۱۴	جوامع الفقہ	التراویح سنۃ موکدۃ -
۱۵	فتاوی الحجۃ	التراویح سنۃ موکدۃ -

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱۶	احیاء العلوم	التراویح وھی عشرون رکعۃ وکیفیتہا مشہورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ
۱۷	صلوٰۃ مسعودی	نماز تراویح سنت مؤکدہ ست
۱۸	مسوی شرح مؤطا	ھو سنۃ مؤکدۃ عند اھل العلم
۱۹	شرح وقایہ فارسی	بدانکہ تراویح سنت مؤکدہ ست
۲۰	البحر الرائق	التراویح سنۃ مؤکدہ
۲۱	تعالیق الانوار	ایضاً
۲۲	رد المحتار	ایضاً
۲۳	جوہرہ نیرہ	والاصح ان التراویح سنۃ مؤکدۃ
۲۴	خزانۃ الروایات	فی الخانیۃ التراویح سنۃ مؤکدۃ
۲۵	فصیحیہ	التراویح سنۃ مؤکدۃ من انکر کونہا سنۃ فہو مبتدع ضال غیر مقبول الشہادۃ
۲۶	مصفی شرح مؤطا	این نماز سنت مؤکدہ ست نزدیک علما۔

اس نقشہ مین وہ عبارتین مسطور ہین جنمین تراویح کی سنت ہونے پر اجماع منقول ہے

نمبر	نام کتاب	عبارت
۱	تعالیق الانوار	وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا۔
۲	النہر الفائق	وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لان قد حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا وفی مقام آخر قد اطبقوا علی سنیتہا المواظبۃ الخلفاء
۳	البحر الرائق	وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا۔
	رد المحتار	وفی شرح منیۃ المصلی وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا۔

اور اگر کوئی ناحق کوش کتمان حق چاہے اور یہ لکھے کہ یہان سنیت سے مراد استحباب ہے

تو ہرگز اس کی گنجایش نہین عبارت سابقہ ان کتابون کی صراحۃً دلالت کرتی ہی کہ سنیت سے
مراد سنت مؤکدہ ہونا ہے عبارت سابقہ تعالیق الانوار اس طرح ہو التراویح سنۃ
صحیحہ صاحب الہدایۃ وفی الخلاصۃ اختلف فی کونہا سنۃ وانقطع الاختلاف
بروایۃ الحسن عن ابی حنیفۃ رح انہا سنۃ وذکر ان ابا یوسف سأل ابا حنیفۃ
عنہا وما فعلہ عمر رض فقال التراویح سنۃ مؤکدۃ ولم یخرجہ عمر من تلقاء نفسہ ولم
یکن مبتدعا ولم یامر بہ الا عن اصل لدیہ وعہد من رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم وحکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی دیکھیے سنت تراویح
مین اختلاف نقل کرکے یہ کہنا کہ بسبب روایت حسن کے یہ اختلاف اُٹھ گیا اور پھر
شیخین کا سوال وجواب نقل کرکے جس مین سنت مؤکدہ ہونے کی تصریح ہی یہ لکھنا کہ بہتون
نے تراویح کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہی نہایت واضح دلیل ہی اس امر کی کہ سنت مؤکدہ
ہونے پر اجماع مراد ہی اور نہر الفائق کی عبارت دو وجہ سے میرے کلام کے مُصدّق ہی۔
اول یہ کہ دلیل اجماع مواظبت خلفا بیان کی ہی اور مواظبت خلفا صاحب نہر کے نزدیک
موجب سنیت ہی چنانچہ فصل اول مین مذکور ہوا دوسرے یہ کہ قول صاحب عنایہ کی اولویت
کی دلیل مین حکایت اجماع علی السنۃ نقل کی اگر سنت سے مراد مستحب لیا جاے تو یہ دلیل صحیح
نہوگی کما لا یخفی علی من تامل فی کلامہ وعبارتہ ہکذا وسن فی رمضان عشرون رکعۃ
عدل عن قول القدوری ویستحب ان یجتمع الناس فی رمضان فیصلی بہم
امامہم خمس ترویحات کل ترویحۃ بتسلیمتین لما ان الاصح انہا سنۃ رواہ
الحسن عن الامام کذا فی الہدایۃ قال فی العنایۃ وتبعہ فی البحر وفیہ نظر
اذ المحکوم علیہ بالاستحباب انما ہو الاجتماع ولیس فی کلامہ دلالۃ علی
ان التراویح مستحبۃ والی ہذا ذہب بعضہم فقال التراویح سنۃ والاجتماع
مستحب واجاب فی الحواشی السعدیۃ بانہ لما سکت عن بیان صفۃ التراویح

استقلالاً او ذکر لفظ الاستحباب فالظاهر استحبابہ علی مجموع الصلوۃ و
الاجتماع والتسلیم بین کل ترویحتین وانت خبیر بان ما فی العنایۃ اولی لانہ قد
حکی غیر واحد الاجماع علی سنیتہا انتہی اور البحر الرائق مین اختیار سے سوال
ابی یوسفؒ کا امام اعظمؒ سے اور امام صاحب کا سنت مؤکدہ کہنا نقل کرکے لکھا ہے
ولا ینافیہ قول القدوری انہا مستحبۃ کما فہمہ فی الہدایۃ عنہ لانہ
انما قال یستحب ان یجتمع الناس وھو یدل علی ان الاجتماع مستحب ولیس فیہ
دلالۃ علی ان التراویح مستحبۃ کذا فی العنایۃ وفی شرح منیۃ المصلی وحکی
غیر واحد الاجماع علی سنیتہا الخ انتہی اس کلام مین اول حکایت سنیت نقل
کرنا اور قدوری کے قول کا محمل استحباب جماعت نکالنا نہ نفس تراویح باواز بلند کہہ
رہا ہے کہ اجماع علی السنیۃ سے مراد یہی ہے کہ سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے زیادہ توضیح
موجب تطویل ہے اہل خبرت بنظر انصاف خود تامل فرمائین اور ردالمحتار مین بھی ایسا ہی ہے
نقل عبارت کی حاجت نہین اور نووی اور کرمانی اور ابوالطیب نے جو استحباب پر اجماع
نقل کیا ہے اونکے کلام کا بھی محمل اجماع علی السنیۃ ہونا چاہیئے ورنہ یہ قول لغو اور خلاف
واقع ٹھہریگا کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع ہے اور کتب
حنفیہ مین سنت مؤکدہ ہونا مذکور ہے پھر اجماع استحباب کے کیا معنی علاوہ اسکے نووی
اور کرمانی شافعی ہین اور جمہور شافعیہ کے نزدیک سنت اور مستحب دونون مترادف
ہین تو انکا استحباب پر اجماع نقل کرنا ہمارے دعوے کے مخالف نہین ہوسکتا اور
امام نووی کے کلام سے تو بخوبی ظاہر ہے کہ اُن کی مراد استحباب سے وہ مرتبہ ہے جسے حنفیہ
سنت مؤکدہ کہتے ہین اگرچہ اونکی اصطلاح مین اُس کا نام سنت مؤکدہ نہو کیونکہ اسی
تراویح کو لکھتے ہین لانہ من الشعائر الظاهرة فاشبہ صلوۃ العید اور اسکے
بعد لکھا ہے واجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب بل ھو مندوب

انتہی پس نووی کا تراویح کو شعائر اسلام مین سے قرار دینا اور مشابہ نماز عید کے کہنا
اور مقابلہ واجب کا ڈالنا نہایت ظاہر قرینے اسبات کے ہین کہ استحباب سے مراد وہی
مرتبہ ہے جسے حنفیہ کی اصطلاح مین سنت مؤکدہ کہتے ہین علاوہ اسکے شرح مسلم کے اور
اور مقامات بھی اسکے شاہد ہین کہ امام موصوف نے استحباب کا اطلاق سنت مؤکدہ
پر کیا ہے چنانچہ شرح مسلم مین سنت فجر کے عنوان مین لکھا ہی باب استحباب رکعتی الفجر
مقام غور ہے کہ سنت فجر کہ باتفاق حنفیہ اور شافعیہ آکد سنن ہے اسکو امام موصوف نے
مستحب کہا پھر اگر تراویح کو مستحب لکھا کہ سنت فجر سے تاکد مین کم ہی تو کیا بعید ہی اور
باب فضل السنن الراتبۃ مین لکھا ہی قال اصحابنا وجمہور العلماء بہذہ الاحادیث کلہا
واستحبوا جمیع ھذہ النوافل اور نماز چاشت کے بیان مین لکھا ہی باب استحباب
صلوۃ الضحی اور اوسکے بعد ہی وحاصلہا ان الضحی سنۃ متاکدۃ اور باب الاعتکاف
مین ہی وقد اجمع المسلمون علی استحبابہ وانہ لیس بواجب وعلی انہ متاکد
فی العشر الاخر من رمضان انتہی اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مولانا ابو الطیب نے
باوجود حنفی ہونے کے شرح جامع ترمذی مین تراویح کے مندوب ہونے پر اجماع نقل کیا ہی
پھر اس قول مین اور اجماع علی السنیۃ مین کیونکر توافق ہو سکتا ہی تو اُسکا جواب[1] یہ ہی کہ ندب
سے مراد مولانا کی سنیت معلوم ہوتی ہے ورنہ کلام خلاف واقع ہوگا جیسا کہ ابھی بیان
کیا گیا اور یہ اُن کے کلام مین اسکا قرینہ بھی پایا جاتا ہی کیونکہ بمقابلہ واجب کے مندوب
کہا ہے چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہی اجتمعت الامۃ علی ان قیام رمضان لیس بواجب
بل ہو مندوب انتہی اگر مندوب سے مراد مندوب عرفی ہوتا تو مقابلہ سنت کا اختیار کرتے
اور یون کہتے علی ان قیام رمضان لیس بسنۃ بل ہو مندوب کما لا یخفی علی
ذوی البصائر اور اگر یہ توجیہ نہ کی جائیگی تو سینکڑون علماے امت حامی دین و ملت

---

[1] یہ تقریر جواب بر تقدیر تسلیم تقریر سائل ہی ورنہ مولانا ابو الطیب کے کلام سے اجماع علی المذہب ہرگز ثابت نہین ہوتا بلکہ حفظ عدم وجوب پر اجماع ثابت ہوتا ہے فافہم ۱۲ منہ

محمدیہ امت سے خارج ہو جاینگے اور مولانا ابو الطیب کا سنت پر مندوب کا اطلاق کرنا کچھ
خرق اصطلاح اور مخالف حنفیہ نہین ہے کیونکہ اطلاق مندوب اور مستحب کا مطلق سنت
پر اور سنت مؤکدہ پر حنفیہ کے نزدیک آتا ہے چنانچہ طحطاوی مین ہے الندب بالمعنی الاعم
للسنة والمستحب انتہی اور طحطاوی کے کتاب النکاح مین ہے وکثیرا ما یتساهل
فی اطلاق المستحب علی السنة انتہی اور رد المحتار حاشیہ در مختار مین ہے وحاصلہ انہ یجوز
اطلاق اسم المستحب علی السنة وعکسہ وبہذا اطلق اسم المستحب علی
الغسل ثم قیس فیہ الغسل الخ اور کتاب النکاح مین ہے قولہ سنة مؤکدة وهو
محمل القول بالاستحباب وکثیرا ما یتساهل فی اطلاق اسم المستحب علی السنة انتہی
اور اگر کوئی شخص کہے کہ جس طرح استحباب پر اجماع غلط ہے ویسا ہی سنیت پر اتفاق باطل
ہے کیونکہ بعض استحباب کے بھی قائل ہین چنانچہ ما ثبت بالسنة وغیرہ مین مسطور ہے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ قبل شہرت روایت اسد بن عمرو اور حسن بن زیاد کے بعض استحباب کی طرف
گئے تھے مگر بعد ان کی روایت کے یہ اختلاف منقطع ہو گیا چنانچہ کتب فقہ مین مسطور ہے
بحر الرائق مین ہے وذکر فی الخلاصة ان المشایخ اختلفوا فی کونہا سنة وانقطع
الاختلاف بروایة الحسن انہا سنة انتہی اور تعالیق الانوار مین بھی ایسا ہی ہے
اور عبارت اسکی اوپر گذری اور ما ثبت بالسنة مین ہے اعلم انہ قد اختلف العلماء
فی التراویح تسمی سنة فقال بعضہم لا ہی من النوافل وتسمی مستحبة وقال
بعضہم سنة وهو الاصح وهی سنة مؤکدة للرجال والنساء توارثہا الخلف
عن السلف وانقطع الخلاف بروایة الحسن عن ابی حنیفة انہا سنة لا ینبغی
ترکہا انتہی اور ایسا ہی طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ
تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا بدلائل متعددہ ثابت ہے کوئی اہل علم منصف مزاج نفس تراویح
کی سنت مؤکدہ ہونے سے انکار نہین کر سکتا کیونکہ قطع نظر سوا ثبت صحابہ کرام نے خود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت حکمی تراویح پر پائی جاتی ہے یعنی اگرچہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز پڑھ کر ترک کر دی اور پھر جماعت نہین پڑھی مگر یہ
ترک کرنا بسبب عذر کے تھا اور ہم فصل اول مین ثابت کر آئے ہین کہ ایسا ترک کرنا
مواظبت مین داخل ہے باقی رہا بیس رکعت کا سنت مؤکدہ ہونا فعل صحابہ اور خلفاء سے
تو ثابت ہی ہے اس مین تو کسی کو کلام نہین اور اگر انصاف اور غور کیا جاوے تو اسکا ثبوت
درایۃً خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اگرچہ روایۃً ثبوت مین گفتگو ہو صحابہ کا بلا
انکار اس عدد کو قبول کر لینا اور اس پر ہمیشگی کرنا نہایت قوی دلیل ہے اسبات کی کہ حضرت
سے بیس رکعت کا ثبوت قولی یا فعلی ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا بس جب بیس رکعت کا
ثبوت بطور درایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور صحابہ کرام کی مواظبت
اس عدد پر پائی گئی تو بلا شک اس عدد کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت ہوا اب اگر کوئی
شخص بیس رکعت تراویح نہ پڑھے یا اُسکے سنت ہونیکا اعتقاد نرکھے وہ بلا شبہ بدعتی اور
گنہگار ہے اہل اسلام کو اس مین نہایت احتیاط چاہئے جہانتک ہو سکے اسکے جاری
اور قائم رکھنے مین سعی کرتے رہین یہ فعل شعائر اسلام مین سے ہے جیسے عید کی نماز یا اذان
ایسے امور کے ترک مین قتل کا حکم ہے یہ وہ سنت ہے کہ مشرق سے لیکر مغرب تک تمام اہل
سنت کا معمول ہے اور مختار رہا ہے اور سلف سے خلف تک تمام اکابر دین اسکو مانتے چلے آئے
ہین ایسے فعل کو ترک کرنا اور مخالف عمل مین لانا غیر سبیل مومنین کی اتباع کرنا ہے و
من یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا اب
مین اس رسالہ کو ختم کرتا ہون اور ناظرین باتمکین کی خدمت مین عرض رسا ہون کہ اس رسالہ
کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائین اگر از راہ بشریت کہین سہو و نسیان پائین اصلاح دین یا بگفتن نا ملائم چشم
پوشی کرین رد و کد مین مبادرت نکرین خدا شاہد حال ہے وکفی باللہ شہیدا مجھے اس رسالہ کی تحریر سے
[illegible] یا حظ بالذات نہین ہے بلکہ محض اظہار حق ہے اور سنت قدیمہ کا جاری و قائم رکھنا منظور ہے

والله الموفق والمعين وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علی سید المرسلین محمد وآله واصحابه اجمعین

فہرست مضامین رسالہ غایۃ التنقیح فی اثبات التراویح

